RNI No. - MAHURD/2011/49433

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

اتباع الکتاب والسنة بفهم سلف الأمة

مئی ۲۰۲۶ء | May 2026

- ایک بکری کی قربانی کئی آدمیوں کی طرف سے کافی ہے
- دعائے شب قدر "اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط:۲۰)
- قربانی سے متعلق پھیلی ہوئی چند مشہور احادیث کی حقیقت

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
ماہنامہ
نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی

Vol: 15 | Issue : 05 | Urdu-Monthly | Mumbai | May 2026 | Page 52 | Price: 40/-

سبحان اللہ سبحان اللہ

انتخاب وترتیب: ابوالبیان رفعت سلفی
کلام: فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انورؔ یوسفی رحمہ اللہ
سلسلۂ کلام: شعراءِ اہلِ حدیث ہند (۱۰)
شاعر کا مختصر تعارف:
نام ونسب: عبدالواحد بن محمد یوسف رحمہ اللہ۔
قلمی نام: انور یوسفی
تاریخِ پیدائش: ۷ مئی ۱۹۵۵ء عیسوی، کھرہنہ، نوڈھوا، سعداللہ نگر، ضلع، بلرامپور، یوپی، الہند۔ تاریخِ وفات: بروز پیر، ۲۹ ستمبر ۲۰۲۵ء
تعلیم: جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو اعظم گڑھ، یوپی۔ مجموعۂ کلام: دلکش اسلامی نغمے۔ صفحات: ۱۲۸
سابق امیر: ضلعی جمعیت اہلِ حدیث، ومدیر: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، رتنا گیری، کوکن، مہاراشٹر

جاری ہے لبِ مومن پہ سدا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
تہلیل و ستائش، حمد و ثنا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
سرسبز ہرے پودے کتنے، پر رنگ برنگے پھول کھلے،
خوشبو کا سفر بردوشِ صَبا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
جاندار سہی، بے جان سہی، وہ نامی و جامد ہو کوئی،
ہر شے کی زباں پر ہے یہ صدا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
ہے کوک زباں پہ کوئل کی، ہے مست پپیہا پی پی پی،
چڑیوں کی چہک، بلبل کی نوا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
تحمید کروں، تکبیر پڑھوں، تہلیل کہوں، تسبیح گنوں،
ہر ایک میں ہے تیری ہی ثنا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
قلّاش کو تُو زَردار کرے، زَردار کو تُو نادار کرے،
محتاج ترے سب شاہ و گدا، سبحان اللہ، سبحان اللہ
وہ رات ہو، دن یا شام وسحر، رہتی ہے ہر اک پہ اُس کی نظر،
انورؔ ہے سدا در اُس کا کھُلا، سبحان اللہ، سبحان اللہ

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.05, May, 2026

ماہنامہ

جلد: ۱۵ | فی شمارہ Rs. 40/-

شمارہ: ۵ | سالانہ Rs. 400/-

مئی ۲۰۲۶ء

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی — نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی ● حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبیدالرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

مئی ۲۰۲۶ء | May 2026

فہرست

ایک بکری کی قربانی کئی آدمیوں کی طرف سے کافی ہے	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
دعائے شب قدر "اللّٰھُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق (قسط ثالث)	کفایت اللہ سنابلی	7
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط: ۲۰)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	15
نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت (قسط: ثانی)	محمد مصطفیٰ کعبی ازہری	21
قربانی سے متعلق پھیلی ہوئی چند مشہور احادیث کی حقیقت	سفیان احمد ریاض الدین سلفی	24
علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	32
شیخ عبدالرزاق البدرؒ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد (قسط: ثانی)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	40
عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج قسط: (اول)	حافظہ صبرینہ بنت عبدالمجید	46

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

درس حدیث

ایک بکری کی قربانی کئی آدمیوں کی طرف سے کافی ھے

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: "بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي".[سنن أبي داؤد:2810 وقال الألباني صحيح]

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ میں موجود تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے چکے تو منبر سے اترے اور آپ کے پاس ایک مینڈھالا یا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم الله والله أكبر هذا عني وعمن لم يضح من أمتي" اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی ہے (1) کہہ کر اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(1) اس جملے سے ثابت ہوا کہ مسلم کی جس روایت میں اجمال ہے (یعنی: یہ میری امت کی طرف سے ہے) اس سے مراد امت کے وہ زندہ لوگ ہیں جو عدم استطاعت کے سبب اس سال قربانی نہیں کر سکے تھے نہ کہ مردہ لوگ۔

راوی کا تعارف: نام جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام السلمی الخزرجی ہے۔ بیعت رضوان میں یہ بھی شریک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، علی، ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے انہوں نے روایت کیا ہے۔ اپنے زمانہ میں یہ مدینہ کے مفتی تھے، ان کے والد نقباء بدریین میں سے تھے، احد میں ان کے والد کو شہید کر دیا گیا تھا، ان کے والد کی فضیلت کے تعلق سے امام ترمذی نے ایک روایت ذکر کیا ہے:

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي:

"يَا جَابِرُ، مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتُشْهِدَ أَبِي، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، قَالَ: أَفَلَا أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللَّهُ بِهِ أَبَاكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: مَا كَلَّمَ اللَّهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَأَحْيَا أَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا، فَقَالَ: يَا عَبْدِي، تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ،

قَالَ: يَا رَبِّ، تُحْيِينِي فَأُقْتَلَ فِيكَ ثَانِيَةً، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لَا يُرْجَعُونَ، قَالَ: وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا سورة آل عمران آية 169 [ترمذی 3010وقال الالبانی حسن]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور فرمایا:

”جابر! کیا بات ہے میں تجھے شکستہ دل دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے والد شہید کر دیئے گئے، جنگ احد میں ان کے قتل کا سانحہ پیش آیا، اور وہ بال بچے اور قرض چھوڑ گئے ہیں، آپ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں اس چیز کی بشارت نہ دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ سے ملاقات کے وقت کہا؟“ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی سے بغیر پردہ کے کلام نہیں کیا (لیکن) اس نے تمہارے باپ کو زندہ کیا، پھر ان سے (بغیر پردہ کے) آمنے سامنے بات کی، کہا: اے میرے بندے! مجھ سے کسی چیز کے حاصل کرنے کی تمنا و آرزو کر، میں تجھے دوں گا، انہوں نے کہا: رب! مجھے دوبارہ زندہ فرما، تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ شہید کیا جاؤں، رب عزوجل نے فرمایا: میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے ”أنهم إليها لا يرجعون“ کہ لوگ دنیا میں دوبارہ نہ بھیجے جائیں گے“، راوی کہتے ہیں: آیت ”ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا“ سی سلسلہ میں نازل ہوئی۔

مسائل:

(1) عیدگاہ میں منبر کا رکھنا جائز ہے۔[عون المعبود وحاشية ابن القيم:8/ 3]

(2) ایک بکری کی قربانی کئی آدمیوں یا پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے۔[عون المعبود وحاشية ابن القيم 8/ 3]

(3) قربانی کا جانور عیدالاضحیٰ کی نماز کی ادائیگی اور خطبہ کے بعد ذبح کیا جائے گا۔

(4) قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ”بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ کہہ دینا کافی ہے۔ یعنی تسمیہ اور تکبیر۔

(5) قربانی یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(6) قربانی کا جانور اصل یہ ہے کہ خود سے ذبح کیا جائے، اگر دوسرا بھی ذبح کرتا ہے تو جائز ہے۔

(7) قربانی کا جانور عیدگاہ میں بھی ذبح کر سکتے ہیں اگر انتظام ہو تو۔

❁❁❁

(قسط ثالث)

دعائے شب قدر"اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق

تحریر: کفایت اللہ سنابلی

امام بیہقی کے یہاں امام دارقطنی کے کلام کا حوالہ:

متاخرین جب یہ قول ذکر کرتے ہیں تو عام طور سے امام دارقطنی اور امام بیہقی دونوں کے حوالے سے ایک ساتھ ذکر کرتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے نقل کے بعد ہی یہ قول زیادہ مشہور ہوا ہے۔

بلکہ بعض تو صرف امام بیہقی ہی کے حوالے سے یہ قول ذکر کرتے ہیں، دیکھیں:[نصب الراية 3/ 192 ، تنقيح التحقيق–ابن عبد الهادي 4/ 307]

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458ھ) نے ایک جگہ لکھا ہے:

"هذا مرسل، ابن بريدة لم يسمع من عائشة رضي الله عنها أخبرني بذلك أبو عبد الرحمٰن السلمي، أنا علي بن عمر الحافظ رحمه الله فذكره"۔

"یہ مرسل ہے، ابن بریدہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا، مجھے یہ بات حافظ علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی نے بتائی ہے"۔ [الخلافيات بين الإمامين 6/ 56]

ظاہر ہے اگر کوئی صرف اسی نقل پر اکتفا کرے گا تو اسے یہی لگے گا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے یہاں علی الاطلاق سماع کا انکار کیا ہے کیونکہ یہاں نہ تو امام دارقطنی کے کلام کا پورا سیاق موجود ہے اور نہ ہی اس بابت امام دارقطنی رحمہ اللہ کی دیگر تصریحات پیش نظر ہیں۔ نیز امام بیہقی کو یہ قول بتانے والا ابوعبدالرحمٰن السلمی ہے جو متکلم فیہ ہے بلکہ بعض نے اس پر شدید جرح کی ہے۔ معلوم نہیں اس نے کس انداز میں امام دارقطنی کا قول نقل کیا کیونکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کی اپنی کتابوں میں یہ بات الگ انداز میں ہے جس میں مطلقاً سماع کا انکار نہیں ہے۔

بہر حال ہماری معلومات کی حد تک امام بیہقی رحمہ اللہ سے قبل کسی بھی محدث نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام سے یہ مطلب نہیں لیا ہے کہ انہوں نے یہاں مطلقاً سماع کا انکار کیا ہے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس نقل کے بعد ہی امام دارقطنی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت اور اس کے حوالے کا سلسلہ شروع ہوا ہے، اس لیے امام بیہقی رحمہ اللہ کے بعد کا کوئی بھی حوالہ اس بابت معتبر نہیں ہے۔

بالخصوص جبکہ آج امام دارقطنی رحمہ اللہ کی "سنن" اور "علل" کے حوالے براہ راست اور مکمل سیاق وسباق کے ساتھ

ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہاں ایسا کوئی موقف نظر نہیں آتا۔

بلکہ ممکن ہے کہ خود امام بیہقی رحمہ اللہ بھی خاص ''حدیث تخییر'' کی سند میں عدم سماع کے قائل ہوں نہ کہ علی الاطلاق ہر روایت میں۔ کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دعائے شب قدر والی حدیث پر انقطاع کا حکم نہیں لگایا ہے حالانکہ یہ روایت ”ابن بریدہ عن عائشة“ کے طریق سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کئی کتب میں نقل کی ہے۔ دیکھیں:[شعب الإيمان(5/ 281)، الأسماء والصفات (1/ 149) الدعوات الكبير (1/ 323) فضائل الأوقات (ص257) وغيره]

فائدہ:

ابن الجوزي رحمہ اللہ (المتوفی 597ھ) نے ''حدیث تخییر'' کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”ابن بُريدة لم يسمع من عائشة“۔

”ابن بریدہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا ہے“۔[جامع المسانيد لابن الجوزي 8/ 313]

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے یہ بات ''حدیث تخییر'' کے تحت کی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ یہ ان کا اپنا نقد نہیں بلکہ انہوں نے ''حدیث تخییر'' پر موجود کسی امام کے کلام کو نقل کر دیا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن الجوزی نے اسی کتاب میں جب دعائے شب قدر والی حدیث ذکر کی تو وہاں اس عدم سماع کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے جبکہ یہ حدیث ”ابن بريده عن عائشة“ کے طریق سے ہے۔دیکھئے : [جامع المسانيد لابن الجوزي 8/ 187]

واسطہ والی روایت پر بحث:

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ابن بریدہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ”يحيىٰ بن يعمر“ کے واسطے سے روایت کی ہے۔[صحيح البخاري رقم6619]

اس لیے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا سماع اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے۔

عرض ہے کہ:

اولاً:

صرف اور صرف ایک ہی سند میں یہ معاملہ ہے۔ایسا نہیں ہے کہ ابن بریدہ کا یہ عام معمول ہو کہ وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اکثر کسی کے واسطے ہی سے روایت کرتے ہوں۔ بلکہ ابن بریدہ کا عام معمول تو یہ ہے کہ وہ اماں عائشہ رضی

اللہ عنہا سے براہ راست روایات نقل کرتے ہیں۔

ثانیاً:

کسی راوی کا کسی راوی سے بالواسطہ روایت کرنا فی نفسہ انقطاع کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جہاں ایک راوی نے اپنے استاذ سے براہ راست بھی روایت کیا ہے اور بالواسطہ بھی روایت کیا ہے۔ مثلاً:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ المَدِينَةِ، أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ۔ ثُمَّ قَالَ: بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ۔ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ، فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ: إِلَى أَنْ يَيْبَسَا۔[صحيح البخاري 216]

اس حدیث میں مجاہد بلا واسطہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کر رہے ہیں۔

لیکن ایک دوسری حدیث میں مجاہد نے طاؤس کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ،أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ البَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔[صحيح البخاري 1361]

اب کیا اس روایت کی بنا پر یہ دعویٰ کرنا درست ہوگا کہ مجاہد کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے کیونکہ یہاں انہوں نے طاؤس کے واسطے سے ان سے روایت نقل کی ہے؟؟؟

ظاہر ہے کہ محض اس بنا پر ایسا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

لہٰذا اگر عبداللہ بن بریدہ نے بھی ایک روایت میں ایک واسطے سے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان کردی تو محض اس چیز کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ ابن بریدہ کا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔

معاصرت وامکانِ سماع پر بحث:

اس بات پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ عبداللہ بن بریدہ اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفی 57ھ) کے مابین طویل معاصرت ثابت ہے۔

متقدمین کے یہاں دورانِ معاصرت ان دونوں کی ملاقات کا انکار کسی سے ثابت نہیں، امام دارقطنی کے قول کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ وہ مطلقاً انکارِ سماع پر دلیل نہیں ہے۔

عصر حاضر میں بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ گرچہ عبداللہ بن بریدہ اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین طویل معاصرت ثابت ہے لیکن اس معاصرت کے دوران دونوں کی ملاقات ممکن نہیں ہے۔

اس کی دلیل ان کے بقول یہ ہے کہ عبداللہ بن بریدہ سن تحمل سے پہلے ہی اپنے والد کے ساتھ بصرہ چلے گے، پھر وہاں سے مختلف علاقوں کا سفر کرتے رہے لیکن مدینہ لوٹ کرنہیں آئے۔

جواباً عرض ہے کہ:

یہ دعویٰ کہ عبداللہ بن بریدہ سن تمیز سے پہلے مدینہ چھوڑ چکے تھے بالکل بے بنیاد ہے بلکہ صحیح روایات کے خلاف ہے۔

مدینہ میں امکانِ سماع:

امام أبوزرعہ الدمشقي رحمہ اللہ (المتوفی 281ھ) نے کہا:

حدثنا أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ قال: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: جِئْتُ إِلَى أُمِّي يَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا أَمَةُ، قُتِلَ الرَّجُلُ. فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ، اذْهَبْ فَالْعَبْ مَعَ الْغِلْمَانِ-

عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن اپنی ماں کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے ماں! اس شخص (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کردیا گیا ہے۔

تو میری ماں نے کہا: بیٹا تم جاؤ! اور بچوں کے ساتھ کھیلو۔ (یعنی ان معاملات میں مت پڑو)۔ [تاريخ أبي زرعة الدمشقي ص630 وإسناده صحيح لاغبار عليه]

یہ روایت اس بات کی بہت واضح دلیل ہے کہ عبداللہ بن بریدہ مدینہ میں سن تمیز میں بھی وقت گزار چکے ہیں، ان کا شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق سوال کرنا اور ماں کا یہ کہنا کہ جاؤ بچوں کے ساتھ کھیلو۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ عمر کے ایسے مرحلے میں تھے جس میں حدیث کا سماع وحفظ کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک مرفوع حدیث ہے اور اسے انہوں نے کب روایت کیا اس کے تعلق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ کہے ہیں:

”كنت ألعب مع الغلمان، فبصرت برسول الله صلى الله عليه وسلم، فاختبأت في دهليز باب دار قوم، فجاء، فدخل فحطأني حطأة أو حطأتين، ثم قال: اذهب فادع لي معاوية “.

”میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اچانک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میں کسی گھر کے دروازے کی دہلیز میں چھپ گیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور اندر آئے، پھر آپ نے مجھے ہلکی سی تھپکی ماری (یا ایک دو ہلکی ضرب لگائی، جو پیار اور شفقت کی علامت تھی) پھر فرمایا: جاؤ، میرے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ“۔[صحيح مسلم رقم 2604 مستخرج أبي عوانة 20/ 50 رقم 11363 واللفظ له]

معلوم ہوا کہ بچوں کے ساتھ کھیلنے کی عمر تحمل وادا کی عمر ہوتی ہے۔

ایک بے بنیاد مفروضہ:

ایک شخص نے لکھا ہے کہ اس واقعہ میں یہ صراحت نہیں ہے کہ شہادت عثمان کے روز ”عبداللہ بن بریدہ“ مدینہ میں ہی تھے، ہوسکتا ہے کہ وہ بصرہ چلے گئے ہوں اور وہاں انہیں شہادت کی خبر ملی ہو جس کے بعد انہوں نے اپنی والدہ سے سوال کیا ہو۔

عرض ہے کہ:

اولاً:

جب یہ بات متفق علیہ ہے کہ عبداللہ بن بریدہ مدینہ میں ہی پیدا ہوئے تھے تو بغیر کسی ثبوت کے ان کے بچپن کے اس واقعہ کو مدینہ سے باہر کا بتلانا غیر معقول وغیر مسموع ہے۔

ثانیاً:

اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ”يَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ“ یعنی شہادت کے روز ہی عبداللہ بن بریدہ نے یہ بات کہی اور اس زمانے میں عین اسی دن شہادت کی خبر بصرہ کیسے پہنچ سکتی ہے؟؟؟

ظاہر ہے کہ اس وقت موبائل یا انٹرنیٹ تو تھا نہیں کہ پل بھر میں ایک جگہ کی خبر پوری دنیا میں نشر ہو جائے۔

ثالثاً:

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی 571ھ) نے کہا:

"أنبأنا أبو علي الحداد أنا أحمد بن الفضل بن محمد أنا محمد بن اسحاق بن مندة أخبرنا القاسم بن القاسم السياري قال جدي أحمد بن سيار حدثنا عمار حدثنا يحيى بن واضح عن الحسين بن واقد عن عبد الله بن بريدة قال: "شهدت الدار يوم قتل عثمان فرأيت الحسن بن علي معه"-

"میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن دار (گھر عثمان) کے پاس تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ حسن بن علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔"[تاريخ دمشق لابن عساكر: ج 27 ص129 تا 130 وإسناده صحيح]

یہ بہت واضح اور صریح دلیل ہے کہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت عبداللہ بن بریدہ مدینہ میں موجود تھے اس لئے اس کے برخلاف سارے مفروضے بے بنیاد ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ کا دیگر اہلِ مدینہ سے سماع:

کچھ لوگوں پر حیرت ہے کہ وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن بریدہ کے سماع کی نفی کرنے کے لیے یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ابن بریدہ بچپن میں مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تھے، پھر کبھی بھی واپس مدینہ نہیں آئے، اس لئے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا سماع ممکن نہیں ہے۔

لیکن دوسری طرف یہ لوگ ابن بریدہ کا سماع دیگر کئی ایسے مدنی صحابہ سے ثابت مانتے ہیں جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے اور مدینہ سے باہر سکونت اختیار کرنا ان سے ثابت نہیں ہے۔ مثلاً:

ام المؤمنین ام سلمہ (المتوفی 63ھ) رضی اللہ عنہا (السنن للبيهقي رقم 3418 وإسناده صحيح وصرح ابن بريده بالسماع)

اور دیگران کے اساتذہ میں مدنی صحابہ۔

عرض ہے کہ جس طرح ان دیگر مدنی صحابہ سے ابن بریدہ کا سماع ممکن ہے ایسے ہی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ممکن ہے۔

تنبیہ:

ایک شخص نے لکھا ہے کہ اگر ابن بریدہ کا سماع عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے تو پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر فلاں وفلاں مدنی صحابہ سے کیوں ثابت نہیں ہے؟

عرض ہے کہ جہاں تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات ہے تو:

عبداللہ بن عباس سے ابن بریدہ کے سماع کا انکار کسی نے نہیں کیا ہے۔

بلکہ امام المقدسي (المتوفی 600ھ) نے کہا ہے:

”عبد الله بن بُرَيدة... سمع: أباه، وعبد الله بن عَبَّاس“

”عبداللہ بن بریدہ ۔۔۔ نے اپنے والد اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے“۔[الكمال في أسماء الرجال 6/ 122]

نیز ”عبداللہ بن بریدہ عن ابن عباس“ سے مروی موقوف طریق کو امام ابوحاتم (المتوفی 277ھ) رحمہ اللہ نے درست قرار دیا ہے۔[العلل لابن أبي حاتم 2/ 603]

نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس سند کو موقوفاً صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں:[سلسلة الأحاديث 1/ 219]

رہی بات یہ کہ فلاں اور فلاں دیگر مدنی صحابہ سے ان کا سماع کیوں ثابت نہیں۔

عرض ہے کہ:

دیگر مدنی صحابہ میں سے بھی بعض سے ان کا سماع ثابت ہے جس پر سب کا اتفاق ہے کما مضیٰ اور بقیہ میں سے بھی سب سے نفس لقاء کا انکار نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے حدیث کا سماع نہیں کیا۔

اور یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص ایک علاقہ میں موجود تمام اہل علم سے لازمی طور پر شرف تلمذ حاصل کرے۔ بلکہ شاید ہی کوئی راوی ایسا ہو جس نے اپنے زمانے اور علاقے میں موجود تمام کے تمام اہل علم کی شاگردی اختیار کی ہو یا ہر ایک سے کوئی نہ کوئی روایت بیان کی ہو۔ اس لیے یہ صرف عبداللہ بن بریدہ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ تمام رواۃ کا یہی حال ہے لہٰذا یہ اعتراض فضول ہے۔

امام ابن سعد کا بے دلیل قول:

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد کے بقول ”عبداللہ بن بریدہ“ مدینہ سے شہادتِ عثمان سے قبل ہی نکل چکے تھے جیسا کہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی 230ھ) نے کہا:

"ثم خرج منها غازيا إلى خراسان في خلافة عثمان بن عفان، فلم يزل بها حتى مات بمرو في خلافة يزيد بن معاوية"۔

"پھر وہ (بصرہ) سے نکل کر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوہ کی غرض سے خراسان چلے گئے، پھر وہیں موجود رہے یہاں تک کہ یزید بن معاویہ کی خلافت میں "مرو" میں فوت ہوئے"۔ [الطبقات الكبرى ط دار صادر 7/ 8]

عرض ہے کہ:

یہ بات امام ابن سعد رحمہ اللہ نے بے سند ذکر کی ہے اور چونکہ یہ ماقبل ذکر کردہ صحیح وصریح روایات کے خلاف ہے، اس لیے مردود وغیر مسموع ہے۔

نیز امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کے برخلاف ذکر کیا ہے چنانچہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی 354ھ) نے کہا:

"فلما وقعت فتنة عثمان في المدينة خرج بريدة عنها بابنيه وسكن البصرة"۔

"جب مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق فتنہ برپا ہوا تو اس کے بعد بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر مدینہ سے نکل گئے اور بصرہ میں سکونت اختیار کرلی"۔[صحيح ابن حبان : 4/ 225]

اور ابن حبان رحمہ اللہ کی بات ہی اکثر اہل علم نے ذکر کی ہے اور صحیح روایات بھی اس پر شاہد ہیں کما مضیٰ۔

ایسی صورت میں امام ابن سعد رحمہ اللہ کا بیان غیر مسموع ہے، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"وشذ بن سعد فقال منكر الحديث قلت ولم يلتفت أحد إلى بن سعد في هذا فإن مادته من الواقدي في الغالب والواقدي ليس بمعتمد"۔

"اور ابن سعد نے سب کے برخلاف یہ کہا کہ یہ راوی منکر الحدیث ہے۔ میں (یعنی الحافظ ابن حجر) کہتا ہوں: اس معاملے میں کسی نے بھی ابن سعد کی بات کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ ان کا زیادہ تر مواد (یعنی روایات اور معلومات) عموماً واقدی سے اخذ کردہ ہے، اور واقدی قابل اعتماد نہیں ہے" [مقدمة فتح الباري لابن حجر: ص: 417]

جاری ہے....

قسط:(20)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

"رفع الملام عن الأئمة الأعلام" کا تعارف پیش خدمت ہے:

"رفع الملام عن الائمة الاعلام" شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک معروف رسالہ ہے۔انہوں نے اس میں اکابر علماء اور خصوصاً ائمہ اربعہ کی جانب منسوب اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ انہوں نے دانستہ احادیث نبویہ کو نظر انداز کر کے اپنے مقلدین کو اپنے اقوال وافکار کی پیروی کا حکم دیا۔شیخ نے دلائل و براہین کی روشنی میں اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ ایک عالم اور امام بھی ایسا نہیں جس نے شعوری طور پر حدیث نبوی سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے اقوال واعمال کو دین میں حجت قرار دیا ہو۔ایک امام تو کیا کوئی مسلم بھی اس فعلِ شنیع کی جسارت نہیں کر سکتا۔

شیخ نے پوری تفصیل کے ساتھ ان اعذار واسباب کی نشان دہی کی ہے،جن کی بنا پر بعض احادیث کے مطابق بعض حلقوں میں عمل نہ کیا جا سکا،مثلاً ان اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بعض اوقات ایک عالم علم وفضل کے باوصف کسی حدیث سے آگاہ نہیں ہوتا اور اس لیے وہ اس پر عمل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔اس ضمن میں انہوں نے شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی مثالیں دی ہیں کہ تمام تر عظمت وفضیلت کے باوجود بعض احادیث سے آگاہ نہ تھے،حتیٰ کہ ان سے کمتر درجہ کے لوگوں نے ان کو ان احادیث سے آگاہ کیا اور انہوں نے بصد شکر ان احادیث کو تسلیم کیا اور ان کے مطابق عمل کیا۔

ایک امام بعض اوقات ایک حدیث کو اس لیے نظر انداز کر دیتا ہے کہ وہ حدیث سنداً اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس کو ضعیف اور ناقابل اعتماد تصور کرتا ہے۔کسی حدیث پر ترک عمل کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک امام کے مقرر کردہ شرائط پر پوری نہیں اترتی گرچہ دیگر محدثین اس کو صحیح اور قابل اعتماد قرار دیتے ہوں،علیٰ ھذا القیاس پورا رسالہ اسی قسم کے اعذار واسباب مشتمل ہے۔(ائمہ سلف اور اتباع سنت:مترجم غلام احمد حریری ص29-30)

کتاب کا نام:

اس کتاب کے اکثر مخطوطات میں یہی نام مذکور ہے، ہاں بعض کتابوں میں جیسے:"المقفى الكبير" للمقريزي (468/1)،و في "كشف الظنون" لحاجي خليفة (757/1)،وغیرہ میں "دفع الملام عن الأئمة الأعلام" ملتا ہے۔دیکھیں:[رفع الملام عن الأئمة الأعلام تحقيق :عبد الرحمٰن بن احمد الجميري: ص 17]

مؤلف کی طرف کتاب کی نسبت:

نسبت کتاب کے تعلق سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، پھر بھی چند باتیں نسبتِ کتاب سے متعلق ذکر کر دیتا ہوں۔

(1)فی الحال دنیا کے جتنے بھی مکتبات میں اس کتاب کے مخطوطات موجود ہیں، ان تمام نسخوں میں ابن تیمیہ کا ہی نام لکھا ہوا ہے۔

(2)مؤلف نے خود اپنی بعض کتابوں میں اپنی اس کتاب کا ذکر کیا ہے، مؤلف کے ہی بعض کتابوں سے بطور حوالہ پیش کرتا ہوں۔

1- ”فقد بينا فيما كتبناه في ”رفع الملام عن الأئمة الأعلام“ نحو عشرين عذرا للأئمة في ترك العمل ببعض الحديث وبينا أنهم يعذرون في الترك لتلك الأعذار“۔[مجموع الفتاوى20/ 214]

2-وقد بينا هذا في رسالة ”رفع الملام عن الأئمة الأعلام“۔[مجموع الفتاوى:20/ 305]

3-كما قد بسطت الكلام فيه على ما كتبته في رفع الملام عن الأئمة الأعلام۔الإخنائية أو الرد على الإخنائي ت العنزي:ص215۔

4-جس نے بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سیرت لکھی ہے، تو ان کی مؤلفات کی ضمن میں اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔

5-اس کتاب کی نسبت اہل علم میں سے نہ تو کسی نے اپنی طرف کی ہے اور ہی دوسرے کی طرف، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسبتِ کتاب میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

زمانۂ تالیف:

کس سن میں شیخ الاسلام نے یہ کتاب لکھی ہے، اس کی کوئی صاف اور تحقیقی وضاحت نہ تو ان کی طرف سے اور نہ ہی کسی دوسرے کی طرف سے ہمیں ملتی ہے۔ البتہ چند قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ کتاب اواخرِ کتب میں سے ہے۔ وہ قرائن یہ ہیں:

1-اس طرح کے موضوعات پر گفتگو وہی عالم کرسکتا ہے جو مذاہب فقہیہ اور اجماع و اجتہاد کی ایک ایک باریکی سے واقف ہو، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان تمام میادین میں بالکل منجھے ہوئے تھے اور اجتہاد وغیرہ پر مکمل انہیں دسترس حاصل تھا۔

2-علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کتاب سے بہت کچھ اپنی کتاب ”الصواعق المرسلۃ“ میں نقل کیا ہے، اور ابن القیم کی ملاقات ابن تیمیہ سے عمر کے اخیر اخیر حصہ میں ہوئی تھی۔

کتاب کا اصل موضوع:

اس کتاب کا اصل موضوع ہے کہ فقہاء (خصوصا ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد) کے درمیان مسائل میں اختلاف کے اسباب کیا کیا ہیں اور ان مختلف فیہ مسائل میں اپنے اجتہادات کی بنیاد پر وہ عنداللہ معذور اور ماجور ہوں گے ان شاء اللہ۔

فقہاء کے مابین ہونے والے ان اختلافات کو ہمیں جاننا بھی چاہئے، تاکہ لوگوں کو جو حیرانی اور تعجب ہوتا ہے کہ فلاں

امام یا فقیہ نے کیسے حدیثوں کے ہوتے ہوئے حدیث کے برخلاف مسئلہ بیان کردیا، جب سبب معلوم ہوجائے گا تو ان پر طعن اور غیر مناسب لکھنے والے یا بولنے سوچیں گے۔ کہا جاتا ہے:"متى عُرِف السبب بطل العجب" سبب معلوم ہوجانے کے بعد تعجب کا پہلو بھی ختم ہوجاتا ہے۔

فوائد علمیہ:

1-کتاب وسنت سے وابستہ علماء کرام میں سے کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کی مخالفت نہیں کی ہے، بلکہ وہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واجب اور فرض ہے۔

2-کتاب وسنت سے وابستہ علماء وفقہاء میں سے اگر کسی کے یہاں کوئی ایسی بات ملتی ہے جو حدیث صحیح کے خلاف ہے، تو ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے کوئی نہ کوئی عذر ان کے یہاں موجود ہو:(1) ان کا یہ ماننا ہوگا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔(2) اس حدیث سے ان کا مستنبط کیا ہوا مسئلہ مراد نہیں ہے۔(3) اس حدیث میں بیان کیا ہوا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔

3-بعض احادیث کے خلاف فقہاء کا موقف ہونے میں ایک بنیادی اور عمومی وجہ حدیث کا ان تک نہ پہنچنا بھی ہے۔

4-نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری احادیث کا احاطہ کسی بھی عالم کے لیے ممکن نہیں ہے، خود صحابۂ کرام میں سے کسی ایک کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری احادیث کا احاطہ نہیں تھا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے موجود تھے۔

5-اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے خلفاء راشدین تھے، بطور خاص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر وحضر میں رہا کرتے تھے۔

6-خلفاء راشدین اور دیگر صحابۂ کرام دین کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جانکار، تقویٰ والے، افضل اور فقیہ تھے، ان کے بعد والے ان سے کمتر درجہ پر ہیں۔

7-اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہر صحیح حدیث ہر امام یا کسی خاص امام کے پاس پہنچ گئی تھی تو وہ بہت بڑی غلطی کا شکار ہے۔

8-کسی بھی مسئلہ میں اجماع سب سے قوی دلیل ہے۔

9-عورت کا قبرستان بغرض عبرت یا دعا جانا، اس میں بعض علماء نے رخصت دی ہے اور بعض نے مکروہ کہا ہے، حرام کسی نے نہیں کہا ہے۔

10-انبیاء کے علاوہ ہر کسی سے گناہ صغیرہ وکبیرہ کا امکان ہے، باوجود یہ کہ وہ ممکن ہے صالحین میں سے ہو یا شہداء میں سے ہو یا صدیقین میں سے ہو۔

اہل علم کے تعریفی کلمات:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ہر کتاب بے انتہا اہم اور علمی ہے اور اس بات کا اعتراف ہر دور کے علماء نے کیا ہے، یہاں تک کہ موجودہ دور کے مستشرقین بھی تعریف کئے بنا نہ رہ سکے۔اس کتاب کے تعلق سے چند اہل علم کے اقوال پیش خدمت ہیں:

قال جمال الدين القاسمي رحمه الله في"الجرح والتعديل" بعد الكلام عن الاجتهاد واختلاف النظر من مجتهد لآخر:"ومن أنفع ما ألف في هذا الباب: كتاب رفع الملام عن الأئمة الأعلام لشيخ الإسلام تقي الدين ابن تيمية رحمه الله، فإنه جدير لو كان في الصين أن يرحل إليه، وأن يعض بالنواجذ عليه، فرحم الله من أقام المعاذير للأئمة، وعلم أن سعيهم إنما هو إلى الحق والهدى۔[الجرح والتعديل- القاسمي:ص26]

جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اس باب میں جونہایت مفید ترین کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" بھی ہے۔اس کتاب کے حصول کے لیے اگر چین کا بھی سفر کرنا پڑے تو سفر کر لینا چاہیے اور مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے، اللہ رب العالمین رحم فرمائے شیخ الاسلام پر کہ انہوں نے ائمہ کرام کے اعذار کو بیان کیا اور یہ کہ ان ائمہ کرام کی پوری کوشش صرف اور صرف حق وہدایت کی طلب تھی۔

قال الشيخ ابن باز رحمه الله كما بسط ذلك الإمام العلامة شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله في كتابه الجليل: (رفع الملام عن الأئمة الأعلام) وقد أجاد فيه وأفاد وأوضح أعذار أهل العلم فيما خالفوا من الشرع فليراجع فإنه مفيد جدا لطالب الحق. [مجموع فتاوى ومقالات متنوعة لابن باز:2/ 349]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی عظیم الشان کتاب "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" میں اسے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔انہوں نے اپنی اس کتاب میں بڑے بہترین انداز میں اہلِ علم کے اُن تمام اعذار کو خوب واضح کیا جن کی وجہ سے ان کے بعض مسائل شریعت کے خلاف ہو گئے۔لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ یہ طالبِ حق کے لیے بہت ہی مفید کتاب ہے''۔

قال الشيخ عطية محمد سالم رحمه الله في شرح بلوغ المرام:"وعندنا في كتاب"رفع الملام عن الأئمة الأعلام" لـ ابن تيمية رحمه الله، كتاب لا أعتقد أنه وجد في موضوعه ولا في بابه نظيره أبداً۔[شرح بلوغ المرام لعطية سالم22/ 4]

شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ہمارے پاس "رفع الملام عن الأئمة الأعلام" جیسی کتاب ہے، یہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے باب اور اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔

وجاء في شرح سنن أبي داود: والعلماء كتبوا في هذا المعنى كتابات واعتذارات عن الأئمة إذا وجدت أحاديث صحيحة تخالف ما رآه أحد منهم، ومن أحسن ما كتب في ذلك رسالة قيمة لابن تيمية رحمة الله عليه، اسمها "رفع الملام عن الأئمة الأعلام"۔[شرح سنن أبي داود، عبد المحسن العباد، الدرس 14]

شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ کہتے ہیں: "علماء کرام نے ائمہ کی طرف سے بعض مسائل میں خلاف شرع ملنے والے اقوال کے سلسلہ میں متعدد کتابوں میں ان کے اعذار کو بیان کیا ہے، اس باب میں ایک بہترین اور قیمتی رسالہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا" رفع الملام عن الأئمة الأعلام" ہے۔

وقد أثنى على الكتاب الشيخ الألباني والشيخ ابن عثيمين والشيخ عبد المحسن العباد وغيرهم .

اس کتاب کی تعریف ان کبار علماء کے علاوہ علامہ ناصر الدین البانی اور ابن عثیمین وغیرہما نے بھی کیا ہے۔

طبعات الکتاب:

مختلف مکتبات سے یہ کتاب مطبوع ہے، جس میں ہندوستان، مصر، یمن، قطر، شام اور مملکہ سعودیہ عربیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔لیکن اکثر اس کتاب کی جو مطبوعات ہیں وہ مجموع الفتاویٰ سے لی گئیں ہیں، جسے عبدالرحمٰن القاسم رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

رفع الملام کے نسخوں کی تعداد اور سب سے پہلی طباعت:

رفع الملام عن الائمہ الاعلام ،اس کے دنیا بھر میں تقریباً 44 یا 45 نسخے ہیں ،سب سے پہلے یہ کتاب ممبئ میں 1311ھ میں لیتھو پر چھپی ۔ابو بکر کٹیر صاحب نے شائع کیا تھا۔(عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرہ "معارف ابن تیمیہ کی عصری معنویت" سے یہ بات لی گئی ہے)۔

سب سے بہترین طباعت:

سب سے بہترین طباعت دار العاصمہ ریاض کی ہے جو سنہ 2013ء میں چھپی ہے، محقق عبدالرحمٰن الجمیزی نے سات خطی نسخوں کو سامنے رکھ کر کے اس کی تحقیق کی ہے۔

تحقیقات، تعلیقات، شروحات وتلخیصات:

1-رفع الملام عن الأئمة الأعلام :تحقيق وتعليق: عبد الرحمٰن بن أحمد الجميزي. طبعة قوبلت على سبع نسخ خطية ومعه تعليق ابن القيم على قطعة من الكتاب في تجليد فني فاخر علىٰ ورق أصفر شاماوه بخط واضح جدا في 320 صفحة، من إصدارات دار العاصمة.

محقق نے اس میں تمام احادیث وآثار کی تخریج کی ہے۔احادیث پر اہل علم نے جو حکم لگایا ہے اسے بھی بیان کیا ہے،بطور خاص علامہ البانی رحمہ اللہ کا حکم۔

2- رفع الملام عن الأئمة الأعلام شرح فضيلة الشيخ عبد الله عبد الرحمن الميمان الصفحات :80

3- رفع الملام عن الأئمة الأعلام:عبد السلام الشويعر الصفحات: 245۔

4- رفع الملام عن الأئمة الأعلام :عبد الكريم بن عبد الله الخضير ،عضو هيئة كبار العلماء، و عضو اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء۔

5- دراسة منهجية لكتاب رفع الملام عن الأئمة الاعلام، المؤلف: لقمان أمين الشاربازيري، المحقق: عثمان محمود سعيدآلاني، الصفحات: 49۔

6-عبدالرزاق البدر، یہ ابھی مطبوع نہیں ہے۔یوٹیوب پر محاضرہ کی شکل میں موجود ہے۔

7-رفع الملام عن الأئمة الأعلام بتحقيق وتعليق الفقير إلى عفو الله ومغفرته، محمد حامد الفقي

8-ملخص رفع الملام عن الأئمة الأعلام، عبد الله بن مسعود مزيتي الإبراهيمي.

9- خلاصة كتاب رفع الملام عن الأئمة الأعلام لشيخ الإسلام ابن تيمية الحراني رحمه الله،مالك بن محمد بن أحمد أبو دية

10- رفع الملام عن الأئمة الأعلام: تقديم وتعليق، علي بن نايف الشحود

11- رفع الملام عن الأئمة الأعلام :دراسة وتحقيق، عبد الله بن ابرهيم الأنصاري

اردو اور دیگر زبانوں میں تراجم:

1-ائمہ اسلام،ترجمہ سید ریاست علی ندوی رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ

2-رفع الملام عن الائمة الاعلام کا ایک ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے جو مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ کی تقدیم،تحقیق وتخریج کے ساتھ ”ائمہ سلف اور اتباع سنت“ کے نام سے ”طارق اکیڈمی۔فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔

اس موضوع سے متعلق ایک اہم کتاب:

”جلب المنفعة فی الذب عن الأئمة المجتهدين الأربعة“ نواب صدیق حسن خاں،ترجمہ:ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع،ترجمہ وتحقیق:محمد الاعظمی۔

جاری..........

قسط:(دوم)

نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت

تحریر: محمد مصطفیٰ کعبی ازہری رفاضل الازہر یونیورسٹی مصر

میت پر نوحہ کرنا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور رونا حرام ہے:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:”أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا نَنُوحَ، فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ “۔

ترجمہ:”نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت کے موقع پر ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔لیکن اس اقرار میں پانچ عورتوں کے سوا کسی نے پورا نہیں کیا“۔[صحیح : رواہ البخاری : 1306 ، ومسلم : 936 ، وابوداؤد : 3127 ، والنسائی :4191 ، ومسند احمد : 20817]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:”أَنَا بَرِيءٌ مِمَّا بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ“۔

ترجمہ:”میں اس سے بری ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بری ہیں اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصیبت کے وقت اونچی آواز نکالنے والی، پریشانی کے وقت اپنے سر کے بال منڈوانے والی اور آفت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بَری ہیں“۔[صحیح : رواہ البخاری : 1296، ومسلم : 104]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:” لمّا مات إبراهيمُ ابنُ رَسولِ اللهِ ﷺ صاح أُسامةُ بنُ زَيدٍ، فقالَ رَسولُ اللهِ ﷺ: ليس هذا مِنّي، وليس بصائحٍ، حَقُّ القَلبِ يَحزَنُ، والعَينُ تَدمَعُ، ولا نُغضِبُ الرَّبَّ “۔

ترجمہ:” جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (شدتِ غم سے) چیخ پڑے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور چیخنے والے کا کوئی حق نہیں۔دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھ آنسو بہاتی ہے لیکن پروردگار کو غضبناک نہیں کرنا چاہئے“۔[حسن : رواہ ابن حبان في صحيحه : 3170 ، والحاكم في المستدرك علي الصحيحين : 1428 ، وأحكام الجنائز للألباني : 39]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ “۔

ترجمہ:"جس نے (کسی کی موت پر) رخساروں کو پیٹا، گریبان پھاڑا اور جاہلیت کی باتیں بکیں وہ ہم میں سے نہیں"۔

[صحيح : رواه البخاري : 1294 و 1297، ومسلم : 103، والترمذي في سننه 999]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:" لَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ : غَرِيبٌ وَفِي أَرْضِ غُرْبَةٍ لَأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ، فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّأْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الصَّعِيدِ تُرِيدُ أَنْ تُسْعِدَنِي، فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ : "أَتُرِيدِينَ أَنْ تُدْخِلِي الشَّيْطَانَ بَيْتًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ مِنْهُ ؟ مَرَّتَيْنِ. فَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ أَبْكِ".

ترجمہ:" جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئے تو میں نے کہا: غریب الوطن تھے اور غریب الوطنی میں ہی فوت ہوئے۔ میں ان پر اتنا روؤں گی کہ میرے رونے کی باتیں کی جائیں گی۔ چنانچہ ان پر رونے کے لیے میں نے خود کو تیار کرلیا۔اس دوران ایک عورت آئی، وہ رونے پیٹنے میں میرا تعاون کرنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا: کیا تیرا یہ ارادہ ہے کہ تو گھر میں شیطان کو داخل کردے؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے نکال دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ اس جملے کو دہرایا۔(ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر) میں بھی رونے سے رک گئی"۔

[صحيح : رواه مسلم : 922 ، والإمام أحمد في مسنده : 26534 ، وابن حبان في صحيحه : 3144 ، ومسند الحميدي : 291 ، وابن أبي شيبة : 3 / 391 ، والطبراني في المعجم الكبير : 23 / 601]

حضرت ابو مالک اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں یہ نہیں چھوڑیں گے: حسب میں فخر کرنا، نسب میں طعن کرنا، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا"۔مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ"۔

ترجمہ: "نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کرتا اور خارش کی قمیص ہوگی"۔[صحيح : رواه مسلم : 934 ، والطبراني في المعجم الكبير : 3420، وابن حبان في صحيحه: 3143، والحاكم في المستدرك علي الصحيحين: 1 / 1413، وشرح السنة للبغوي: 1533، والإمام أحمد في مسنده : 22912]

گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ

بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ:"جس پر نوحہ کیا گیا اسے نوحہ کرنے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا"۔[صحیح : رواہ البخاری : 1291 ، ومسلم : 933]

حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملکیہ نے خبر دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحب زادی (ام ابان) کا مکہ میں انتقال ہوگیا تھا۔ہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے۔میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان سے کہا کہ (جو ام ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ:"بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے"۔[صحیح : رواہ البخاری : 1286، ومسلم : 928]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے بھائی! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تم مجھ پر روتے ہو، تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ:"بے شک میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے"۔[صحیح : رواہ البخاری : 1287 ،ومسلم : 927]

فائدہ: ان احادیث پر یہ اشکال واعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى"."کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا نہیں"۔[سورہ الفاطر : 17] جبکہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کے رونے سے میت عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔علماء کرام نے اس اشکال کو مختلف طریقوں سے حل کیا ہے مثلاً اگر مرنے والا خود نوحہ کرتا ہو اور گھر والوں کو اس سے نہ روکتا ہو بلکہ اسے برقرار رکھتا ہو یا اپنی میت پر نوحہ کرنے کی وصیت کر کے گیا ہو (جیسا کہ یہ عام اہل عرب کی عادت تھی) تب اسے عذاب ہوگا ورنہ نہیں۔(جنازہ کی کتاب حافظ عمران ایوب لاہوری:ص 137)

جاری........

قربانی سے متعلق پھیلی ہوئی چند مشہور احادیث کی حقیقت

سفیان احمد ریاض الدین سلفی (استاد جامعہ رحمانیہ نڈیاد، گجرات)

ہمارے معاشرے میں قربانی سے متعلق بہت ساری حدیثیں مشہور ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ بعض روایات موضوع اور من گھڑت ہیں حتیٰ کہ ابوبکر ابن العربی نے اس سلسلے میں ایک دعویٰ کیا ہے کہ "ليس في فَضلِ الأُضْحِيَّة حديثٌ صحيحٌ يُعَوَّلُ عليه، وقد رَوَى النّاسُ فيها عجائب لم يصحّ منها شيءٌ"۔ ''قربانی کی فضیلت کے سلسلے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے کہ جس پر اعتماد کیا جائے حالانکہ لوگوں نے اس سلسلے میں بڑی عجیب عجیب احادیث روایت کر رکھی ہیں جن میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے'' [التلخيص الحبير لابن حجر - 3010/6]

ابن العربی رحمہ اللہ کے اس دعوے کو مختلف اہل علم نے بھی نقل کیا مثلاً:

1۔ابن الملقن (ت 804) رحمہ اللہ نے (البدر المنير 273/9) میں۔

2-حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے (التلخيص الحبير 3010/6) میں۔

3-شمس الدين السخاوي (ت 902) رحمہ اللہ نے (المقاصد الحسنة 114/1) میں۔

4-عبد الرؤوف المناوي (ت 1031) (فيض القدير 496/1) میں

5-عبد الرحمٰن المباركفوري (ت 1353) (تحفة الأحوذي 63/5) اور (مرعاة المفاتيح 104/5) میں۔

6-امام الصنعاني (ت 1182) (التنوير شرح الجامع الصغير 333/2) میں۔

7-جلال الدين السيوطي (ت 911) (جمع الجوامع المعروف بـ الجامع الكبير 618/1) میں۔

8-سليمان بن محمد اللهيميد بھی (شرح منهج السالكين 606/1) میں لکھتے ہیں کہ:" لا يصح حديث في فضل الأضحية " قربانی کی فضیلت میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔

ان میں سے چند احادیث کا ذکر کیا جا رہا ہے:

1-عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:أُمِرْتُ بِالْوِتْرِ وَالْأَضْحَى وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيَّ[سنن الدارقطني 337/2 ، الدارقطني (ت 385)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے وتر اور عید الاضحیٰ کا حکم دیا گیا ہے، لیکن مجھ پر لازمی قرار نہیں دیا گیا۔

حدیث کا حکم:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عَبد اللهِ بْن مُحَرَّر ہے جس کے بارے میں امام بخاری رحمہ کہتے ہیں کہ عَبد اللهِ بْن مُحَرَّر "منکر الحدیث" ہے [التاريخ الكبير للبخاري بحواشي محمود خليل 212/5، البخاري ت 256]

یعقوب بن سفیان الفسوی کہتے ہیں کہ: "عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرِّرٍ الْعَامِرِيُّ جَزْرِيٌّ مَتْرُوكٌ ضَعِيفٌ"۔ عبد اللہ بن محرر عامری جزری، متروک، ضعیف راوی ہے۔ [المعرفة والتاريخ - 141/3، يعقوب بن سفيان الفسوي ت 277]

امام العقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء الکبیر میں ذکر کیا ہے۔ [الضعفاء الكبير للعقيلي 309/2، العقيلي ت 322]

عبدالحق الاشبیلي کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ایک متروک راوی عبداللہ بن محرز ہے۔ [الأحكام الوسطى 45/2]

ابن الملقن رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [البدر المنير : 328/4]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عبد اللہ بن محرز کی مرویات میں سے ہے جو کہ سخت ضعیف ہیں۔ [التلخيص الحبير : 504/2]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ایک مجروح راوی عبد اللہ بن محرر الجزری ہے۔ [ميزان الاعتدال : 500/2]

امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "ضعیف جدا" کہا ہے۔ [ضعيف الجامع: 1260]

2-عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ:عجب ربنا عز وجل من ذَبحِكم الضأنَ في يوم عيدكم زهر الفردوس = الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس 751/5 ابن حجر العسقلاني (ت 852)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تمہارے عید کے دن کے دنبے کے ذبح سے خوش ہوتا ہے۔

حدیث کا حکم: اس حدیث کی سند میں دو متکلم فیہ راوی ہیں، ابن ابی فدیک اور شبل بن العلاء۔

ابن ابی فدیک کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں کہ:"ليس بحجة" قابل حجت نہیں ہیں۔

اورشبل بن العلاء کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ:" له مناكير" یہ منکرروایت کرتے ہیں۔

شبل بن العلاء کوامام ذہبی رحمہ اللہ نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔[التنوير شرح الجامع الصغير 206/7 ، فيض القدير 4/ 303]

امام سیوطی رحمہ اللہ نےضعیف قرار دیا ہے۔[الجامع الصغير 5367]

امام البانی رحمہ اللہ نے [ضعيف الجامع 3679]اور[السلسلة الضعيفة 2261] میں موضوع قرار دیا ہے۔

3-عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم.[رواه الديلمي في مسند الفردوس 268 ، التلخيص الحبير: 341/4 ،ابن حجر العسقلاني ت 852]

ترجمہ: اپنی قربانیوں کوعظیم (موٹا،تگڑا) بناؤ، کیونکہ وہ پل صراط پرتمہاری سواریاں ہوں گی۔

بعض روایتوں میں "استفرِهوا ضحاياكم---" کے الفاظ ہیں۔

محمد زكريا الكاندهلوي (ت : 1402) کہتے ہیں کہ اس کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ:"أنها تكون مراكب للمضحين، وقيل: إنها تسهل الجواز على الصراط"۔ وہ جانور قربانی کرنے والوں کے لئے سواری کا کام کرے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ جانور پل صراط کو پار کرنے میں آسانی کا ذریعہ ہوگا۔[الأبواب والتراجم لصحيح البخاري 81/6]

اورابوالمعالی الجوینی کہتے ہیں کہ: "تُهيأ مراكب للمضحّين يوم القيامة، وقيل: المراد إن التضحية بها تسهل الجواز على الصراط، وقيل في قوله تعالىٰ: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ﴾[الحج:32]، المراد به استحسان البُدْنِ، واستسمانها"۔[نهاية المطلب في دراية المذهب 175/18،الجويني، أبو المعالي:ت 478]

قربانی کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن سواریوں کا انتظام کیا جائے گا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد: قربانی کا عمل پل صراط پر گزرنے میں آسانی کا باعث ہوگا۔اوراللہ تعالیٰ کے فرمان:"وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ" [الحج: 32] کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قربانی کے جانوروں کا خوبصورت اورفربہ ہونا ہے۔

حدیث کا حکم:

ابن الصلاح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث غیر معروف ہے اور ہمارے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

[شرح مشكل الوسيط 199/4، ابن الصلاح ت 642]

ابن الملقن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: غريب [يعني لا يعلم من رواه] یہ روایت غریب ہے اسے روایت کرنے والا مجہول ہے۔ [خلاصة البدر المنير 377/2]

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: " لا أصل له بهذا اللفظ " ۔''ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں ہے'' ۔[السلسلة الضعيفة 74]

اور ضعیف الجامع (824) میں کہتے ہیں: " ضعيف جداً " ۔ یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

4- عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْتَدِينُ وَأُضَحِّي؟، قَالَ: نَعَمْ فَإِنَّهُ دَيْنٌ مَقْضِيٌّ. [سنن الدارقطني 510/5 الدارقطني (ت 385) ، السنن الكبرى-البيهقي-ط العلمية 440/9 ،أبو بكر البيهقي (ت 458)، معرفة السنن والآثار16/14 أبو بكر البيهقي (ت 458)]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں قرض لے کر قربانی کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیونکہ یہ قرض ادا ہو جائے گا۔

حدیث کا حکم:

امام بیہقی رحمہ اللہ معرفۃ السنن والآثار (18904) میں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: "إسناده ضعيف" ۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ابن القطان نے "منقطع ضعيف" کہا ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے "هرير" جس کا سماع عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے۔ [الوهم والإيهام803/5]

اور امام دارقطني کہتے ہیں کہ: "فيه هرير لم يدرك عائشه" ۔[الدراية تخريج أحاديث الهداية 213/2]

امام البانی رحمہ اللہ نے "منكر" کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة 4145]

5- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَخَيْرُ الْأُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ" ۔[سنن أبي داؤد - ت محيي الدين عبد الحميد 199/3 أبو داود ت 275]

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سب سے

بہترین کفن حلہ (لنگی اور چادر) ہے،اور سب سے بہترین قربانی سینگ والا مینڈھا ہے۔

حدیث کا حکم:

عبدالحق الاشبیلي کہتے ہیں کہ ابوداؤد کی سند میں ہشام بن سعد اور ترمذی میں مروی حدیث کی سند میں عفیر بن معدان ہیں سب ضعیف ہیں۔[الأحكام الوسطى : 127/2]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں ایک مجہول راوی ہے۔[المهذب في اختصار السنن 1336/3]

امام البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[ضعيف أبي داؤد 3156 ،هداية الرواة1585 و ضعيف الترغيب : 679]

6-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ:"ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرَائِضُ، وَهُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ: الْوَتْرُ، وَالنَّحْرُ، وَصَلَاةُ الضُّحَى"[مسند أحمد - ط الرسالة 485/3 أحمد بن حنبل ت 241]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین چیزیں میرے اوپر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل: وتر (کی نماز)،قربانی اور چاشت کی نماز۔

حدیث کا حکم:

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔[تنقيح التحقيق : 401/2]

شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[تخريج المسند لشعيب : 2050]

احمد شاکر نے بھی اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔[تخريج المسند لشاكر : 334/3]

7-عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:"مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا"۔[سنن الترمذي-ت شاكر 83/4 أبو عيسى الترمذي ت 279]

حدیث کا ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے دن آدمی جو عمل کرتا ہے، اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں ہے۔ وہ جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں (جانور کے پیر کا نچلا حصہ) کے ساتھ آئے گا، اور بے شک خون زمین پر گرنے سے

پہلے اللہ کے ہاں مقامِ قبولیت میں پہنچ جاتا ہے، پس تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

حدیث کا حکم:

امام بخاري رحمہ اللہ نے مرسل قرار دیا ہے۔ [العلل الكبير 244]

ابن ملقن رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”فيه نظر“۔[البدر المنير 273/9]

امام مزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے أبو المثنى الخزاعي، أبو حاتم کہتے ہیں: ”منكر الحديث“۔[تہذیب الكمال 11/22]

ابن الجوزي کہتے ہیں کہ: ”لا يصح“۔[العلل المتناهية : 569/2]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ”أبو المثنى ضعيف“۔ ابو المثنی ضعیف ہے۔[علل الدارقطني 3823]

صاحب تحفۃ الاحوذي (4/ 429) کہتے ہیں کہ: ”الظاهرأنه حسن وليس بصحيح“۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت حسن ہے لیکن صحیح نہیں ہے۔ [تحفة الأحوذي 429/4]

امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [ضعيف الترمذي 1493،ضعيف الترغيب 671،السلسلة الضعيفة 526 ، ضعيف الجامع 5112، ضعيف ابن ماجه 613]

8- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قُلْتُ: أَوْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ. قَالُوا: مَا لَنَا مِنْهَا؟ قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ فَالصُّوفُ؟ قَالَ:بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ۔[مسند أحمد - ط الرسالة 34/32 أحمد بن حنبل ت241]

حدیث کا ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے یا صحابہ نے کہا کہ: ”یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔“ انہوں نے عرض کیا: ہمیں اس (قربانی) کے بدلے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اون (والے جانور) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے“۔

حدیث کا حکم:

شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ: ”إسناده ضعيف جدا“۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔[تخريج المسند

لشعيب) 19283]

امام منذری کہتے ہیں کہ: إسناده واه۔[الترغيب والترهيب 159/2]

امام عقیلی کہتے ہیں کہ:"عائذ الله المجاشعي لا يعرف إلا به قال البخاري لا يصح حديثه"اس حدیث کی سند کو صرف عائذ اللہ مجاشعی سے جانی جاتی ہے جس کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں کہ:"لا يصح حديثه"اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ [الضعفاء الكبير 419/3]

امام البانی رحمہ اللہ هداية الرواة (1421) میں"إسناده واهٍ"،[ضعيف ابن ماجة 614] میں" ضعيف جداً" اور[ضعيف الترغيب (672)] میں"موضوع"قرار دیا ہے۔

9- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:"مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ؛ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ"۔[المعجم الكبير للطبراني : 84/3 الطبراني، ت360]

ترجمہ: عبداللہ بن حسن بن حسن اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے خوش دلی کے ساتھ،ثواب کی نیت سے قربانی کی،تو وہ قربانی اس کے لیے دوزخ سے آڑ (یعنی حجاب) بن جائے گی"۔

حدیث کا حکم:

ابن ملقن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں کذاب اور وضاع راوی ابوداؤد نخعی ہے۔[خلاصة البدر المنير 386/2]

ابن جوزی رحمہ اللہ ابوداؤد نخعی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:"هُوَ كَذَّابٌ يَضَعُ الحديث"۔[العلل المتناهية في الأحاديث الواهية:403/2]

مزید ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:"كان يضع الحديث بإجماع المحدثين"۔ ابوداؤد نخعی کے حدیث گڑھنے پر محدثین کا اجماع ہے۔[العلل المتناهية في الأحاديث الواهية:244/2]

امام البانی رحمہ اللہ نے موضوع قرار دیا ہے۔[ضعيف الترغيب:677،ضعيف الجامع:5679، السلسلة الضعيفة:529]

10- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:"الْأَضْحَى عَلَيَّ فَرِيضَةٌ، وَعَلَيْكُمْ سُنَّةٌ"۔

[المعجم الكبير للطبراني 260/11 الطبراني:ت360، المعجم الأوسط للطبراني:63/3 الطبراني ت:360، ترتيب الأمالي الخميسية للشجري:110/2 يحيى بن الحسين الشجري ت :499]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میرے اوپر قربانی فرض ہے اور تمہارے لیے سنت ہے“۔

حدیث کا حکم:

امام طبری رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: ”لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عِكْرِمَةَ إِلَّا أَبُو جَنَابٍ“۔ اس حدیث کو عکرمہ سے روایت کرنے والے صرف ابو جناب ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[ضعيف الجامع : 2285]

مذکورہ روایت کے معنیٰ ومفہوم کی کئی اور روایتیں ہیں مثلاً:

1-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُتِبَ عَلَيَّ النَّحْرُ وَلَمْ يكْتب عَلَيْكُم۔[مسند أحمد 85/5 أحمد بن حنبل ت241، المعجم الكبير للطبراني 301/11 الطبراني ت 360]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر قربانی فرض کی گئی ہے اور تمہارے اوپر فرض نہیں کی گئی۔

2-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُمِرْتُ بِالنَّحْرِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ۔[سنن الدارقطني 507/5 الدارقطني ت 385]

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ واجب نہیں ہے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ مذکورہ روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ان کی سند میں ایک راوی جابر جعفی ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ [التحقيق في أحاديث الخلاف 160/2 ابن الجوزي:ت 597]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قربانی ایک عظیم عبادت ہے جس کی بجا آوری دراصل اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لیکن قربانی کی فضیلت میں بیان کردہ روایات صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی ہیں۔

اللهم أرنا الحق حقًّا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه. آمين يارب العالمين

علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔محاضرہ نمبر(۵)

معارف ابن تیمیہ کی عصری معنویت اور استفادے کے طریقے:(دوسری قسط)

مرتب:ابویوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

شیخ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف سے ڈائرکٹ استفادہ کریں،تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن ایسی کچھ اچھی کتابوں اور علماء کی طرف رہنمائی کریں جنہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شخصیت کو اور ان کے افکار کو موضوع بحث بنایا ہو اور ان پر لکھا ہو؟۔

اس سلسلہ میں چند کتابیں میں ذکر کرتا ہوں،سب سے پہلے اردو زبان میں دیکھ لیں،اردو میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے بہتر کتاب یوسف کوکن عمری صاحب کی ہے،1960 کے قریباً چھپی تھی،وہ دراصل سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی ماتحتی میں دارالمصنفین اعظم گڑھ میں کام کرتے تھے،یہ کتاب بہت علمی ہے،اس میں تقریباً ان کی فکر کا خلاصہ ان کی اصل کتابوں کی روشنی میں دیا گیا ہے،اس لیے اگر کوئی شخص اجمالی طور پر ابن تیمیہ کی فکر کو مختلف موضوعات سے متعلق جاننا چاہتا ہے تو اس کے لیے بہترین کتاب ہے،یہ کتاب دوبارہ مکتب البلاغ سے چھپ گئی ہے ۔دوسری ایک کتاب ہے حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نام سے،یہ اصلاً محمد ابوزہرہ مصری کی عربی میں لکھی ہوئی کتاب کا اردو ترجمہ ہے،لیکن اس پر حواشی،اضافات،ملحقات وغیرہ ہیں وہ سب علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی صاحب کے ہیں جس کی وجہ سے اس کتاب پر چار چاند لگ گئے۔کتاب کے اخیر میں ابن تیمیہ کے تعلق سے بہت سی غلط فہمیوں کو بھی انہوں نے دور کیا ہے۔ایک مکمل فہرست بھی ابن تیمیہ کی ساری کتابوں کی انہوں نے تیار کر کے اخیر میں شامل کر دیا ہے۔جس فہرست میں ان کی کون سی کتاب کہاں،کس جگہ چھپی ہوئی ہے ان تمام کا ذکر کیا ہے،یہ اس وقت کی بات ہے یعنی 1960ء سے پہلے جب مجموع الفتاویٰ کا مجموعہ نہیں چھپا تھا،اب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ متفرق تحریریں کتنی تھیں،لیکن ایک ایک تحریر کے بارے میں انہوں نے بتایا ہے کہ فلاں رسالہ جو ذکر کیا جاتا ہے وہ فلاں جگہ فلاں مجموعہ کے اندر ہے،اس سے ان کے وسعت علم کا بھی اندازہ ہوتا ہے،(1) تیسری ایک کتاب مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کی ہے ”تاریخ دعوت وعزیمت“ اس کی دوسری جلد جو 1956ء یا 57ء میں دارالمصنفین سے چھپی تھی، دوسری جلد پوری کی پوری ابن تیمیہ کے تعلق سے ہے،اس میں انہوں نے خاص طور پر تزکیہ نفس وغیرہ پر زیادہ توجہ دی ہے۔(2)۔بہر حال یہ اچھی کتاب ہے،ایک کتاب اور ہے اگر وہ مل سکے تو پڑھنا چاہئے ”عقلیات ابن تیمیہ“(3)،جن لوگوں کو علم کلام،منطق،فلسفہ وغیرہ سے دلچسپی ہو کہ ابن تیمیہ کا ان تمام کے سلسلہ میں کیا موقف رہا

ہے،اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے، یہ مولانا حنیف ندوی کی ہے، یہ چند اچھی کتابوں میں سے ہیں جو میں نے ذکر کیا ہے۔انگلش اور فرنچ وغیرہ میں بھی لکھا گیا ہے، یورپ کے اندر ابن تیمیہ کے تعلق سے دراسات کا بھی سلسلہ ہے ،ایک تھے هنري لاوست (4) یہ فرنس تھے، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ابن تیمیہ کے سیاسی اور اجتماعی نظریات پر جس کا عربی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اس میں بہت ایمانداری کے ساتھ سب انہوں نے پیش کیا ہے، یہ فرنچ میں لکھا گیا ہے اور عربی میں ترجمہ ہوا ہے۔ دوسرے ایک تھے بنگلہ دیش کے سراج الحق صاحب انہوں نے لندن یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ ابن تیمیہ کے تعلق سے تیار کیا تھا، وہ بھی بنگلہ دیش سے چھپ چکا ہے یہ انگلش میں ہے۔ان کتابوں سے تو استفادہ کرسکتے ہیں ۔ورنہ اصل یہ ہے کہ براہ راست ابن تیمیہ کی کتابوں سے ہی استفادہ کیا جائے۔اسی طرح مختلف انسائیکلو پیڈیا دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سبھوں نے ابن تیمیہ کی ہمہ گیری اور وسعت معلومات اور خدمات کا اعتراف کیا ہے۔میں سوچ رہا تھا کہ فارسی میں تھوڑا تعصب سے کام لیا ہوگا لیکن ایسا نہیں ہے بڑا کھل کر کے اس میں لکھا گیا ہے۔اور ان کے نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔

اب عربی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ بے شمار ہیں مشہور کتاب ابوزہرہ کی ہے، دوسری ایک کتاب دکتور محمد یوسف موسیٰ صاحب کی ہے یہ بھی مؤلف مصری ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کے اندر بہت سے باحثین نے لکھا ہے، لیکن اکثر جو چیزیں یہاں لکھی گئی ہیں وہ ایک دوسرے سے تکرار، نقل شدہ ہی ہیں، ان لکھنے والوں میں ایک ہیں ڈاکٹر عبد الرحمٰن المحمودان کی ایک کتاب ہے "موقف ابن تيمية من الأشاعرة"۔ یہ کتاب بہت اچھی ہے، (5) ایسے ہی اشاعرہ پر جو تنقید اور تبصرہ کیا ہے وہ بھی بہت شاندار ہے۔اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں، میرا کہنا ہے کہ اصل کتابیں پڑھیں، بجائے اس کے ان پر جو دراسات ہوئے ہیں ان کو پڑھا جائے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد کتنی ہے؟ اسی طرح کیا ہم ان کو موضوعاتی تقسیم کے دائرے میں لا سکتے ہیں۔ پھر ان سے استفادے کے کیا بہتر طریقے ہو سکتے ہیں؟

ابن تیمیہ کے بارے میں تو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ انہوں نے سولہ سترہ سال کی عمر میں لکھنا شروع کر دیا تھا، ان کی بہت ہی مشہور کتاب ہے جو شاتم رسول سے متعلق ہے اس کی تصنیف کے وقت ان کی عمر 32 سال کے قریب رہی ہوگی۔ یہ پہلی کتاب ہے جو اس موضوع سے متعلق سب سے مکمل اور جامع کتاب ہے، بعد میں جتنے لوگ آئے سبھوں نے اسی پر اعتماد کر کے لکھا ہے۔ابن تیمیہ کی تصانیف کے تعلق سے کسی نے کہا ہزار ہے، کسی نے کہا پانچ سو ہے، کسی نے کہا سات سو ہے، کسی نے کہا تین سو سے زیادہ ہے، لیکن مکمل فہرست جو بنائی ہے وہ مولانا عطاء اللہ حنیف

بھوجیانوی ہیں، اس میں دیکھیں گے تقریباً پانچ سو سے کچھ زیادہ کتابوں کے اسماء موجود ہیں۔اس سے پہلے ابن تیمیہ کے ایک شاگرد تھے ابن رشیق جن کی وفات 749ھ میں ہے تو ان کی ایک کتاب ہے اسماء مؤلفات ابن تیمیہ،لیکن افسوس وہ ان کی طرف منسوب ہوکر کے نہیں چھپی تھی بلکہ ابن قیم کی طرف منسوب ہوکر کے چھپی تھی۔ بہت بڑے محقق تھے صالح المنجد انہوں نے بھی غلط منسوب کر دیا، اور آج تک لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ابن قیم نے وہ کتاب لکھی ہے، پھر ہم لوگوں نے الجامع لسیرہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اندر صحیح منسوب کر کے ڈالا اور چھاپا۔

سب سے پہلے انہوں نے ان کی تصانیف شمار کرنے کی کوشش کی اور تقریباً چارسو کے قریب انہوں نے شمار کیا ہے۔اسی طرح موجود دور میں ایک مستشرق تھا بروق المان اس نے تاریخ الادب العربی میں جو جرمن زبان میں ہے، اس میں اس نے کئی ساری مؤلفین کے ساتھ ابن تیمیہ کی مطبوع اور مخطوط تصانیف کا ذکر کیا ہے ستر اسی کے قریب بتایا ہے، اصلاً اس کو اس زمانہ میں اتنے کا ہی پتہ چلا تھا، حالانکہ 1902ء میں اس کی یہ کتاب چھپی تھی۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے تلاشنا شروع کیا، پھر ان کی کتابیں ہندوستان میں، مصر وغیرہ میں چھپنی شروع ہوئیں، یہ تیرہویں صدی ہجری کے ربع اخیر سے لے کر کے اب تک چھپ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بعد میں عبدالرحمٰن بن قاسم اور ان کے لڑکے محمد بن قاسم ابن تیمیہ کی جتنی متفرق چیزیں تھیں اور جتنے مخطوطات ان کو نظر آئے سیریا یا ترکی کے اندر، یورپ کے بعض ممالک میں، ان سب کو انہوں نے جمع کیا اور ایک مجموعہ 35 جلدوں میں شائع کیا ہے، یہ سب سے بڑا مجموعہ ہے ، دو جلدیں اس کی فہرست ہیں، یہ 1961ء سے لے کر کے 1966ء تک چھپا ہے، اس مجموعہ کی خصوصیت ہے کہ پچھلے جتنے مجموعہ ابن تیمیہ کی بنسبت چھپے تھے وہ سب اس میں آگئے ہیں، چھوٹے چھوٹے رسائل بھی آگئے ہیں۔لیکن ابھی بھی چھوٹی بڑی کتابیں ایسی ہیں جو اس میں نہیں شامل تھیں، تو وہ الگ سے چھپی ہیں، اسی لیے میں نے ایک فہرست جو تیار کی ہے، اس میں ابن تیمیہ کی ساری تصانیف حروف تہجی کے لحاظ سے، مجموع الفتاویٰ میں جتنی ہیں، مثلاً رفع الملاعن الائمہ اعلام ،مجموع الفتاویٰ میں کہاں ہے، کس جلد اور کس صفحہ میں وہ آپ کو اس فہرست میں مل جائے گا۔لیکن اس کے علاوہ جتنی کتابیں وہ تقریباً ایک صفحہ میں چالیس پیتالیس کتابیں اور ہیں جو تقریباً ایک صفحہ میں میرے پاس ہیں ''مؤلفات ابن تیمیہ المطبوعہ غیر مجموع الفتاویٰ'' اس میں ایک سیریز ہم لوگوں کا ہے جو جامع المسائل کے نام سے نو جلدوں میں چھپا ہے، تو ابن تیمیہ کی جو موجود اور مطبوع تصانیف ہیں وہ میں نے بیان کیا ان کے علاوہ بہت سے غیر مطبوع ہیں، ابھی جو چھپی نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے اولاً دن بدن نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں، ثانیاً یہ کہ بہت سی چیزیں ابن تیمیہ کی ہاتھ کے لکھی ہوئی ہیں جو پڑھی ہی نہیں جاتیں، جس کی وجہ سے آج تک لوگوں نے اسے شائع نہیں کیا، میں نے بیس

سال پہلے ایک کتاب چھاپی تھی''قاعدہ فی الاستحسان'' کے نام سے اس کتاب کولوگ دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ کیسے تم نے اس کو پڑھا اور چھاپا، ابھی بیس سال کے بعد ایک کتاب یہ چھاپی ہے"شرح حديث انما الاعمال بالنيات "اس طرح کے بہت سے مسودات اب بھی موجود ہیں، اگر ان کو شائع کریں تو میرے اندازے کے مطابق دس بارہ جلدیں اس کی بنیں گی۔ اکثر ان مسودات کا ذخیرہ سیریا کے، ظاہریہ لائبریری میں، کچھ ترکی، کچھ ہندوستان کے اندر ہیں۔ ہر دن اس بات کی توقع رہتی ہے کہ کسی نئی کتاب کا انکشاف ہوجائے۔ ابن تیمیہ کی زندگی کو اگر تقسیم کیا جائے تو ہر دن چالیس صفحات آتے ہیں ،لیکن اس بات میں بہت مضبوطی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات کوئی فتویٰ آتا ایک ہی نشست میں ساٹھ ساٹھ صفحات لکھ جاتے۔

حواشی واضافات (آفاق احمد سنابلی مدنی)

1- چند سطور میں علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ناگزیر ہے۔اس لیے جوان کی شخصیت پر مفصل مطالعہ کرنا چاہتے ہوں اوران کے کارناموں سے شغف رکھتے ہوں توانہیں درج ذیل کتابوں اور مقالات سامنے رکھنا چاہیے۔(1) مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کی جامع شخصیت: مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی ج 2 ص 172) (2) استاد گرامی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرتب اسحاق بھٹی۔(3) الاعتصام اشاعت خاص (بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی) ابھی جلد ہی علامہ عزیر شمس رحمہ اللہ کی مسلسل تحریک پر'' آثار حنیف'' کے نام سے چار جلدوں میں ان کے دروس ،فتاوٰں اور تمام تحریروں کو یکجا کر کے دارابی طیب نے چھاپا ہے۔ ماہنامہ مجلہ''رحیق'' لاہور سے علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (م 1987ء) نے اکتوبر 1956ء میں جاری کیا۔ 31 شماروں اور 1708 صفحات پر مشتمل تین سالہ مکمل فائل تین جلدوں میں جلد ہی ابھی پاکستان سے شائع ہوا ہے۔

علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''علامہ حنیف بھوجیانوی رحمہ اللہ،صاحب دار الدعوہ السّلفیہ اور مؤلف "التعليقات السلفيه على سنن النسائ " کی طلب وخواہش پر مولانا رئیس احمد جعفری نے اسے اردو زبان میں منتقل کیاہےاور علامہ غلام رسول مہر نے اس کتاب پر تقدیم لکھی ہے۔

علامہ بھوجیانوی رحمہ اللہ نے اصل وترجمہ کے مابین مقارنہ کا کام خود اپنے ذمہ لیا۔ ناقص کی تکمیل کی اور زائد کو حذف کر کے منقح کیا اوراس پر دقیق علمی تعلیقات لکھیں اور جن مقامات پر ابوزہرہ سے لغزشیں سرزد ہوئی تھیں، وہاں ان کا عمدہ جائزہ لیا، جہاں بھی ابوزہرہ (جو کہ اشعری تھے) نے اشاعرہ پر ردو انتقاد او راہل السنہ والجماعہ کے دلائل ذکر کرنے میں کوتاہی کی ہے، علامہ بھوجیانوی رحمہ اللہ نے انہیں واضح کر دیا ہے اور واضح دلائل سے ان پر اور بحث

وتحقیق میں ان کے طریقۂ کار پر نا قدانہ نگاہ ڈالی ہے۔

اسی طرح مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ،اللہ تعالیٰ کے سماء دنیا پر نزول کے تعلق سے شیخ الاسلام کی طرف غلط قول منسوب کیا تھا۔علامہ بھوجیانوی نے اس کی بھی تردید کی ہے۔اسی طرح شیخ الاسلام کی تجر تح میں امام ذہبی رحمہ اللہ کی طرف غلط منسوب قول کی بھی تردید کی ہے۔

اسی طرح مسلمان جاہل حلقوں میں پھیلی ہوئی ان تمام افواہوں اور غلطیوں کی جڑیں اکھیڑ دیں ہیں ،جنہیں شیخ ابو زہرہ مصری شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مبارک دعوت پر کیچڑ اچھالنے اور اسے داغدار کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔اس کتاب کی اردو طباعت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ علامہ بھوجیانوی نے شیخ الاسلام کی تالیفات کے حوالہ سے درج ذیل چیزیں جمع کردیں۔1-شیخ الاسلام کی تالیفات کی ایک مکمل فہرست۔2-ان کے اردو تراجم کی ایک مکمل فہرست۔3-سنہ طباعت۔4-مطبوعہ مجموعات میں ان کا حوالہ۔5-مخطوط مجموعات میں ان کا حوالہ۔اس انداز پر میری نگاہ میں ان کا یہ بے نظیر کارنامہ ہے۔”غاية الأماني في الرد على النبهاني“ کی فہرست بھی مفید ہے۔لیکن علامہ بھوجیانوی کی فہرست اس پر فائق ہے۔(مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج 3 ص 196-197)۔

2-یہ کتاب مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کے سلسلۂ تاریخ دعوت وعزیمت کا دوسرا حصہ ہے، یہ کتاب اصلاً اردو میں ہے ،پھر انگریزی میں اس کا ترجمہ ہوا اور مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (جو دارالعلوم ندوہ العلماء کے استاذ اور البعث الاسلامی لکھنؤ کے ایڈیٹر ہیں) نے مؤلف کی خواہش پر اس کتاب کو عربی جامہ پہنایا ہے،مگر عربی طباعت اردو سے مختلف ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:”مؤلف کتاب نے اس ترجمہ کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور قدر ضرورت اس کی تنقیح وتہذیب اور حذف واضافہ بھی کیا ہے اور کچھ جدید ومفید تعلیقات سے آراستہ کردیا ہے۔لہٰذا کتاب مکمل عمدہ اور عربی ذوق سلیم کے بالکل موافق ہوگئی۔

مولانا ندوی کی یہی عادت ہے کہ وہ اپنی عربی کتابوں میں سنی ذوق سلیم کا مظاہرہ کرتے ہیں اور عجمی زبان کی کتابوں میں صوفی ذوق کو پیش کرتے ہیں یہی اصول جماعت تبلیغ کے اکابر اور پیروان مولانا مودودی کا بھی ہے۔

مولانا ندوی نے اپنی اردو طباعت میں ایک عنوان قائم کیا ہے”شیخ الاسلام ایک عارف باللہ اور محقق“ اور اس باب کے تحت ایک فصل قائم کی ہے”ابن تیمیہ کی شخصیت میں ایک نیا انکشاف“

اس جدید انکشاف سے مولانا ندوی کی مراد یہ ہے کہ محققین کی نگاہ میں شیخ الاسلام صرف ایک عالم، متکلم، فقیہ، جدلی،

محدث کبیر کی حیثیت سے معروف تھے، اور انہیں ان میں سوائے اس کے کچھ اور نظر نہیں آتا کہ وہ علوم ظاہری میں تبحر و بابصیرت تھے۔ صرف امام ابن القیم کی ایک تنہا عظیم شخصیت ہے جنہوں نے اپنی کتاب ''مدارج السالقین'' میں اپنے استاد کے روحانی و باطنی کوائف پر گفتگو کی ہے۔

مولانا ندوی نے یہ باور کرانے کی کوشش فرمائی ہے کہ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد رشید امام ابن القیم معرفت و روحانیت اور ذوق باطنی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے مولانا ندوی نے اس دور میں یہ انکشاف کیا ہے (جس طرح امریکیوں نے کرہ قمر کا انکشاف کیا اور کولمبس نے امریکہ کا سراغ لگایا ہے) کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس بات کا پورا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کا شمار اس امت کے عارفین اور اہل اللہ میں کیا جائے۔ (ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا ندوی امام موصوف کو اس رتبہ بلند پہ پہنچانا چاہتے ہیں جہاں ان کے ممدوحین نقشبندیہ، مجددیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ، جیسے ابن الرومی، شیخ معین الدین چشتی، شیخ نظام الدین اولیاء، اور شیخ شرف الدین یحییٰ المنیر ی پہنچے ہوئے تھے جن کے تذکرہ کے لیے مولانا ندوی نے سلسلے دعوت وعزیمت کے تیسرے حصے کو مختص کیا ہے اور مولانا ندوی ان میں سے اکثر سلاسل سے بیعت ہیں اور بعض کے لیے بیعت لی بھی ہے)۔

اب ہر سینہ اعتراف کے لیے کھل جاتا ہے کہ وہ ان منازل پر فائز اور ان مقاصد سے بہرہ مند تھے جن کے حصول کے لیے سالہا سال ریاضت، مجاہدہ، ائمہ فن سلوک کی صحبت، دوامی ذکر و مراقبہ کا راستہ بالعموم اختیار کیا جاتا ہے اور جس کو متخرین صوفیا نسبت مع اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ (امام حافظ ابن تیمیہ صفحہ نمبر 129)۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ذکر، مراقبہ، نسبت، روحانیت اور باطنیت سے مولانا ندوی کی کیا مراد ہے کیا آپ کے لیے احسان کافی نہیں جسے نبی ﷺ نے ایمان کا کمال اور اعلیٰ درجہ بتایا ہے کیا ایک صاحب ایمان کے لیے نبی ﷺ کے اسوہ کے آگے محنت کش ورزشوں اور صوفیانہ تربیت وطریقہ کار کی ضرورت ہے؟

کیا صحابہ رسول اور تابعین عظام اس درجہ تک نہیں پہنچے تھے جس درجہ تک ابن رومی، سحروردی، سمنائی، بدوی اور تیجانی پہنچ گئے؟

کیا کوئی شخص کمال کے درجات تک جسے مولانا ندوی چاہتے ہیں اسی وقت پہنچ سکتا ہے، جبکہ قبروں پہ جاکے حاضری دے، مراقبہ کرے، ان قبروں پر جہاں پر ان جیسے لوگ گوش عبادت اور خانقاہی نظام بنالیتے ہیں نبی ﷺ نے سچ فرمایا تھا: ''بَدَأَ الإسلامُ غَرِيبًا، وسَيَعودُ كما بَدَأَ غَرِيبًا، فطوبى للغُرَباءِ'' اسلام اجنبیت کی حالت میں ابھرا اور پھر اجنبیت کی حالت میں چلا جائے گا جس طرح شروع ہوا تھا۔ لہٰذا اجنبیوں کے لیے خوش بختی ہو۔ (صحیح

مسلم:154)

اگر ہم اس پہلو سے چشم پوشی کریں اور بقیہ کتاب پر نگاہ ڈالیں تو بلاشبہ دیکھیں گے کہ یہ کتاب بے شمار فوائد وخوبیاں رکھتی ہے۔ یہ دراصل تین پہلوؤں کی کوشش کا ثمرہ ہے۔

1-مولانا علی میاں ندوی جو مرتب ہیں۔

2- مکتبہ شاہ حلیم عطا اللہ رحمہ اللہ اور ابوزہرہ کی کتاب بطور مصدر وماخذ۔

3- شاہ حلیم عطا (مدرس دار العلوم ندوہ العلماء) اور اس کتاب کی تالیف میں ان کا تعاون وحصہ جیسا کہ مؤلف نے اردو طباعت کے مقدمہ میں اس کا اعتراف کیا ہے اور واضح طور پر کہا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں ان کا اتنا بڑا حصہ ہے کہ شکر واعتراف کے بلند سے بلند لفظ اس کے لیے کفایت نہیں کرتے۔

شیخ حلیم عطا صوفی خاندان سے تھے لیکن انہوں نے اپنے آباء واجداد کے راستے کو خیرآباد کہہ دیا اور سلف صالحین کے منہاج وطریقے کار سے جڑ گئے وہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم کی کتابوں سے حد درجہ لگاؤ رکھتے تھے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علوم ومعارف پر گہری نگاہ اور وسیع معلومات رکھتے تھے۔ (مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی ج3ص193-194-195)۔

3-عقلیات ابن تیمیہ 330 صفحات کی کتاب ہے۔ علامہ حنیف ندوی کی سیرت پر پڑھنے کے لیے رجوع کریں ۔1: مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی ج2ص154-171)۔2: ارمغان حنیف: اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔

4-المستشرق الفرنسي(هنري لاووست) الذي خصه بعناية كبيرة، كتاب"نظريات ابن تيمية في الاجتماع والسياسة" والذي جعل آرائه السياسية والاجتماعية موضوعًا لإحدى الرسالتين اللتين حصل بهما على الدكتوراه من باريس، كما ترجم بعض مؤلفاته إلى اللغة الفرنسية مع دراسة وتقديم لها۔النشأة العلمية عند ابن تيمية و تكوينه الفكري .صححه و علق عليه د/علي بن محمد العمران۔

5-یہ کتاب تین جلدوں میں ہے، تقریباً 1400 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے، دراصل یہ ان کے دکتورہ کا رسالہ ہے۔

أصل هذا الكتاب رسالة دكتوراة تقدم بها المؤلف إلى كلية أصول الدين بجامعة الإمام بن سعود الإسلامية -

جاری........

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ "اہل السنہ" ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اهلُ السُنّة
Ahl Us Sunnah

مئی ۲۰۲۶ء | May 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد (قسط ثانی)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	40
عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج قسط: (اول)	حافظہ صبرینہ بنت عبدالمجید	46

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

(قسط ثانی)

شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد

ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

(۷) تقویٰ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے، اعمال کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو بھی عمل کرتے ہیں مثلاً روزہ، نماز، صدقہ، حج اور عمرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک کہ وہ تقویٰ کی بنیاد پر نہ کیا گیا ہو، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [المائدۃ: ۲۷] ''اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے''۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: ''اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ اللہ نے میرا ایک بھی سجدہ قبول کرلیا ہے، تو یہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔

یہاں مومنوں کا ایک اہم ترین وصف بھی بیان ہوا ہے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان رہتے ہیں، وہ نیک اعمال بجا لاتے ہیں مگر یہ حتمی دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کے اعمال یقیناً قبول ہو گئے ہیں، البتہ وہ اللہ سے قوی امید وابستہ رکھتے ہیں، خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر کررہے تھے اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کررہے تھے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرۃ: ۱۲۷] ''اے ہمارے رب! تو ہمارا یہ عمل قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے''۔

سلف صالحین میں سے وہیب بن الورد نے جب یہ آیت پڑھی تو رو پڑے اور فرمایا: ''رحمٰن کے خلیل، رحمٰن کے حکم سے رحمٰن کا گھر بنارہے ہیں اور پھر بھی اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ کہیں ان کا عمل نامقبول نہ ہوجائے!''۔

لہٰذا اس شخص کی حالت پر افسوس ہوتا ہے! جو تقوی سے خالی عمل کرکے دل میں پختہ یقین رکھتا ہے کہ وہ عمل ضرور مقبول ہے، حالانکہ اعمال صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہی بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پاتے ہیں۔

(۸) تقویٰ خوف اور غم سے نجات کا ذریعہ ہے، جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [الأعراف: ۳۵] ''جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے''۔

اس آیت میں تقویٰ اور اصلاح کو جمع کیا گیا ہے، جس کا نتیجہ خوف اور غم کا مکمل خاتمہ ہے، جب خوف اور غم اکٹھے ذکر کئے جائیں تو خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے اور غم کا تعلق ماضی سے، تو معلوم یہ ہوا کہ تقویٰ انسان کو مستقبل کے

خوف اور ماضی کے غم دونوں سے امان بخشتا ہے۔

(۹) تقویٰ ذکر الٰہی اور بصیرت کا سبب ہے جس کے ذریعہ شیطان کے وسوسے دور ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّہُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا ہُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ﴾[الأعراف: ۲۰۱] ''یقیناً جو لوگ متقی ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں اور یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں''۔

اللہ عزوجل نے اس آیت میں متقیوں کی دو صفات بیان کی ہیں: تذکر (یاددہانی) اور تبصر (بصیرت وفراست)، جو شخص متقی ہو وہ شیطان کے وسوسوں سے مکمل طور پر محفوظ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی ان حملوں کی زد میں آسکتا ہے، لیکن اس کی خصوصیت ہے کہ جب شیطان اسے کسی گناہ پر اکساتا ہے یا گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے، تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ اس کے غضب اور اس کے عذاب کو یاد کرتا ہے، اور یہ بھی یاد کرتا ہے کہ یہ گناہ ایمان اور تقویٰ کے منافی ہے، یہ یاد اس کے دل میں بصیرت پیدا کرتی ہے، جس سے اس کا نفس فوراً گناہ سے رک جاتا اور پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہو بھی گیا ہو تو فوراً استغفار کی طرف لپکتا ہے۔

متقین کی یہی صفت ہے کہ جب ان سے کوئی فحش کام ہو جائے یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں، تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، یہ مؤمن کی صفت ہے، مؤمن معصوم نہیں ہوتا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ"۔ ''سارے بنی آدم خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں''۔[سنن ابن ماجة:۴۲۵۱، حسن]

چنانچہ متقی مؤمن جب شیطان کے وسوسہ ونزغ کا شکار ہوتا ہے، تو یاددہانی اور بصیرت اسے گناہ سے روک دیتی ہے اور فوراً توبہ وانابت کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے۔

(۱۰) تقویٰ بصیرت اور حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت کا سبب ہے، نیز گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا ذریعہ ہے، اس کی دلیل سورہ انفال کی یہ آیت ہے:﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ﴾[الأنفال: ۲۹] ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے''۔

یہ آیت تقویٰ کے چار عظیم فوائد کو بیان کرتی ہے:

(أ) فرقان: یعنی وہ علم وبصیرت جوحق و باطل، سنت و بدعت، ہدایت وگمراہی، اورنوروظلمت کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے، یہ فرقان دراصل علمِ شرعی ہے جوکتاب اللہ اورسنتِ نبوی سے حاصل ہوتا ہے، جو شخص علم اوربصیرت سے خالی ہو، وہ حق وباطل میں ہرگزتمیزنہیں کرسکتا۔

(ب،ج) گناہوں کا کفارہ اور مغفرت: اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے سیئات (چھوٹے گناہوں) کومٹادیتا ہے، اور ذنوب (بڑے گناہوں) کوبخش دیتا ہے، اہل علم کے نزدیک جب قرآن میں کسی ایک مقام پر ذنوب اورسیئات دونوں کاذکرایک ساتھ آئے، توسیئات سے صغیرہ گناہ اورذنوب سے کبیرہ گناہ مرادہوتے ہیں۔

(د) فضلِ عظیم: متقی شخص کواللہ کے عظیم فضل، اس کی رحمت، بخشش اورمحبت کاپروانہ مل جاتا ہے۔

(۱۱) تقویٰ احسان کی ایک بلندترین صورت ہے، اوراللہ تعالیٰ متقی کے عمل کوکبھی ضائع نہیں ہونے دیتا، وہ اس کے عمل کی حفاظت کرتا ہے اوراسے دوسروں پرفضیلت عطا کرتا ہے، اس کی عظیم مثال اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ کس طرح اللہ نے انہیں ان کے تقویٰ کی وجہ سے نجات دی اورفضل وکرم سے نوازا، سورہ یوسف کے آخر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے توکہنے لگے:

”اے عزیز! ہمیں اورہمارے گھروالوں کوتکلیف پہنچی ہے اورہم حقیرسی پونجی لے کرآئے ہیں، سوہمارے لیے پوراپوراماپ دیجئے اورہم پرصدقہ کیجئے یقیناً اللہ صدقہ کرنے والوں کوبدلہ دیتا ہے۔تویوسف علیہ السلام نے کہا: جانتے بھی ہوکہ تم نے یوسف اوراس کے بھائی کے ساتھ اپنی نادانی کی حالت میں کیا کیا؟

انہوں نے کہا کیا: واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ کہا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، یقیناً اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جوتقویٰ اختیار کرے اورصبر کرے توبے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کوہم پربرتری دی ہے اوریہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطاکار تھے، یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: آج تم پرکوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہیں بخشے، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے“۔ [یوسف: ۸۸-۹۲]

یہاں تقویٰ کواحسان سے تعبیرکیا گیا ہے، جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ”جوکوئی تقویٰ اختیارکرے اورصبر کرے تواللہ نیکی کرنے والوں کا اجرضائع نہیں کرتا“۔ نیزاس میں یہ بھی ہے کہ متقی کواللہ دوسروں پرفضیلت دیتا ہے، جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اعتراف کیا: ”اللہ نے آپ کوہم پربرتری دی ہے“، یہ تقویٰ کے ثمرات میں سے ہے کہ اللہ متقی کودوسروں پرفضیلت دیتا ہے، اسے دنیا آخرت میں بلند مقام عطا کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا

ہے،اس کی توفیق میں اضافہ کرتا ہےاوراس کی مدد فرماتا ہے۔

(۱۲) متقیوں کے لیے وعدہ کردہ اجر جنت ہے جس میں بے شمار نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ﴾[الحجر: ۴۵-۴۶] ’’پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے۔(ان سے کہا جائے گا) سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ‘‘۔

یہاں سلامتی سے مراد ہر آفت سے سلامتی ہے، اور امن کے لفظ کو مطلق رکھا گیا ہے تاکہ اس میں ہر چیز سے امان شامل ہو جائے؛ یعنی موت سے امن، خوف سے امن، بیماری سے امن، مصیبتوں اور سختیوں سے امن، اور نعمتوں کے چھن جانے یا کم ہونے سے امن، الغرض کہ متقی جنت میں ہر قسم کی پریشانی اور دکھ سے محفوظ ہوں گے۔

(۱۳) تقویٰ کے ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کے شعائر (مثلاً مناسکِ حج وقربانی وغیرہ) کی تعظیم کی جائے، ان کے ساتھ استہزاء نہ کیا جائے، اور یہ دراصل دل میں تقویٰ کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل اور علامت ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾[الحج: ۳۲] ’’اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے‘‘۔

(۱۴) تقویٰ دنیا وآخرت میں کامیابی کا سبب ہے، اور کامیابی سے مراد انسان کا اپنی مطلوبہ چیز کو حاصل کر لینا اور اس چیز سے نجات پا لینا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے، نیز متقیوں سے اللہ کے سچے وعدے کے مطابق دائمی جنت ہے، فرمایا: ﴿مَّثَلُ ٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِي وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ﴾[محمد: ۱۵] ’’اس جنت کی صفت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے‘‘۔

یہاں آیت میں ’’وُعِدَ‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے، علمِ نحو کی اصطلاح میں یہ فعل ماضی کا صیغہ ہے جسے عام طور پر مبنی للمجہول (جس کا فاعل نامعلوم ہو) کہا جاتا ہے، لیکن قرآن مجید میں عموماً جہاں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ فاعل ہوں اور فعل مجہول مستعمل ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اسے مبنی للمجہول نہ کہا جائے، بلکہ اسے مبني لما لم يسم فاعله (ایسا فعل جس کے فاعل کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو) کہا جائے، کیونکہ یہ وعدہ فرمانے والی ذات کوئی نامعلوم (مجہول) ذات نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے، اور اللہ کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا، وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اور یہ سچا وعدہ متقین ہی کے لیے ہے۔

(۱۵) تقویٰ اعمال کی درستگی اور گناہوں کی بخشش کے اسباب میں سے ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾[الأحزاب: ۷۰-۷۱] ’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار

دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے“۔

اس آیت میں ایک انتہائی عظیم اور اہم نکتہ پوشیدہ ہے کہ انسان کی اصلاح دراصل اس کے دل اور زبان کی اصلاح پر منحصر ہے، جیسا کہ عربی کا مشہور مقولہ ہے: ”المرء بأصغريه“ یعنی انسان کی پہچان اس کے دو چھوٹے اعضاء سے ہوتی ہے: اور وہ دو اعضاء دل اور زبان ہیں، چنانچہ جب یہ دونوں درست ہو جائیں، تو انسان کا سب کچھ درست ہو جاتا ہے، لہٰذا انسان کو واقعی اپنے دل اور اپنی زبان کی بہت باریک بینی اور خاص احتیاط کے ساتھ دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۶) تقویٰ کے عظیم ثمرات اور فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ بندے کو قول و عمل میں صدق و اخلاص کی توفیق عطا فرماتا ہے، اس کے اقوال سچے ہوتے ہیں اور اعمال اس کے اقوال کی تصدیق کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ [الزمر: ۳۳] ”اور جنہوں نے (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچا دین لایا اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی لوگ متقی و پارسا ہیں“۔

(۱۷) دنیا کی ہر محبت اور دوستی قیامت کے دن دشمنی اور بغض میں بدل جائے گی، اس سے صرف متقین کی وہ محبت و دوستی مستثنیٰ ہے جو اللہ کے لیے ہو اور اللہ ہی کے لیے کی گئی ہو، کیونکہ وہی محبت و دوستی باقی اور قائم رہنے والی ہے، فرمایا: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾ [الزخرف: ۶۷] ”اس دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے“۔

(۱۸) متقیوں سے اس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے جس میں طرح طرح کی نہریں ہوں گی: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [محمد: ۱۵] ”اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا، اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ستھری ہیں“۔

اس آیت میں جنت میں پائی جانے والی چار نہروں کا ذکر ہے: پانی کی نہریں، دودھ کی نہریں، شراب کی نہریں اور شہد کی نہریں۔

(۱۹) دل میں موجود تقویٰ ہی دراصل وہ اصل قوت ہے جو بندے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، ادب، اور توقیر پر آمادہ کرتی ہے، جس قدر دل میں تقویٰ زیادہ ہوگا، اسی قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کے متعلق خشوع، ادب، اور تعظیم

زیادہ نمایاں ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَہُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ لِلتَّقْوٰی لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾[الحجرات: ۳] ''بیشک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے، ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے''۔

(۲۰) تقویٰ ہر فتنہ، تنگی اور مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے، جو بندہ متقی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے راہِ نجات پیدا فرما دیتا ہے، اور اسے ایسے مقامات سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[الطلاق: ۲-۳] ''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو''۔

خاتمہ:

الحمدللہ! ان سطور میں تقویٰ کے ان چند عظیم فوائد کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے جنہیں شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمایا، اور جنہیں شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کی شرح سے استفادہ کرتے ہوئے نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ محض ایک اخلاقی صفت نہیں، بلکہ ایک مکمل طرزِ زندگی ہے، یہی ہدایت کی کنجی، فلاح کا راستہ، علم میں برکت، عمل میں اخلاص، دل میں بصیرت اور زندگی میں استقامت کا سرچشمہ ہے۔

تقویٰ ہی وہ نور ہے جو انسان کو گناہوں کی تاریکیوں سے بچاتا ہے، وسوسوں کے ہجوم میں اسے راستہ دکھاتا ہے، آزمائشوں میں ثابت قدم رکھتا ہے اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ہے، اسی کی بنیاد پر اعمال قبول ہوتے ہیں، دعائیں اثر رکھتی ہیں، اور بندہ اللہ تعالیٰ کی خاص معیت ونصرت کا مستحق بنتا ہے۔

درحقیقت تقویٰ کا سفر دل کی اصلاح سے شروع ہو کر کردار کی پختگی پر مکمل ہوتا ہے، یہ خوف اور امید کے حسین توازن کا نام ہے، یہ علم کے ساتھ عمل اور اخلاص کے ساتھ اطاعت کا نام ہے، جو شخص تقویٰ کو اپنا زادِ راہ بنا لے، اس کے لئے قرآن مشعلِ ہدایت، مصائب سامانِ تربیت اور زندگی بندگی کا ایک خوبصورت سفر بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی تقویٰ عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو اپنی خشیت سے زندہ رکھے، ہمارے اعمال کو خالص اور مقبول بنائے، اور ہمیں ان خوش نصیب متقین کی صف میں شامل فرمائے جن کے لیے دنیا میں ہدایت، عزت اور برکت ہے، اور آخرت میں جنت، سلامتی اور رضائے الٰہی ہے۔ آمین یا رب العالمین

قسط:(اول)

عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج

حافظہ صبرینہ بنت عبدالمجید

عبادت بندے اور رب کے درمیان تعلق کی بنیاد ہے اور اسی میں انسان کی اصل عزت، سکون اور فلاح چھپی ہوئی ہے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ دل کی سختی، دنیا کی مشغولیات اور نفس کی کمزوری انسان کو عبادت سے غافل کر دیتی ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دل بھاری، بدن سست اور روح بے چین ہو جاتی ہے۔

یہ سستی محض بدنی کمزوری نہیں، بلکہ ایک روحانی بیماری ہے، جس کا ادراک اور علاج نہایت ضروری ہے۔

اس مضمون میں ہم عبادت میں سستی کے اسباب کا جائزہ لیں گے، اور کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین کی روشنی میں اس کا موثر علاج پیش کریں گے ان شاءاللہ، لیکن اس سے پہلے ہم عبادت کی جامع تعریف پیش کرتے ہیں:

عبادت کی لغوی تعریف:

امام ابن سیدہ فرماتے ہیں: عبادت کا اصل معنیٰ زبانِ عرب میں ''نرمی اور عاجزی کے ساتھ تابع بنانا'' ہے۔

عرب کہا کرتے تھے: ''طريقٌ مُعَبَّد'' یعنی ''ایسا راستہ جو ہموار اور زیر کیا گیا ہو''۔

اسی سے ''عبد'' کا لفظ لیا گیا ہے، کیونکہ بندہ اپنے آقا کے سامنے عاجز اور تابع ہوتا ہے، عبادت، خضوع، تذلل اور استعانت یہ سب معنوی لحاظ سے ایک دوسرے کے ہم قریب الفاظ ہیں، لیکن ''عبادت'' ایک خاص قسم کا خضوع ہے، جو صرف اسی ہستی کے لیے مناسب ہے جو اعلیٰ ترین نعمتوں کی مالک ہو، جیسے زندگی، عقل، سماعت اور بصارت جیسی نعمتیں عطا کرنے والا''۔ [المخصص:96/13]

عبادت کی اصطلاحی وشرعی تعریف:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عبادت کی شرعی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عبادت ایک جامع اصطلاح ہے جو ہر اُس بات پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور جس سے وہ راضی ہو، چاہے وہ ظاہری ہو یا باطنی، اقوال ہوں یا افعال''۔ [مجموع الفتاویٰ: 149/10]

انہی ظاہری و باطنی اعمال میں جیسے نماز، زکاۃ، روزہ، حج، سچی بات کہنا، امانت ادا کرنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، کفار ومنافقین سے جہاد کرنا، پڑوسی اور یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا،

مساکین ومسافرین کی مدد کرنا، غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، جانوروں پر رحم کرنا، دعا، ذکر اور تلاوت قرآن مجید کرنا یہ سب عبادات میں شامل ہیں۔

قارئین کرام! اب ہم ملاحظہ کریں گے کہ عبادت میں سستی کیونکر واقعی ہوتی ہے، چنانچہ عبادت میں سستی کے اسباب چند درج ذیل ہیں:

اس ضمن میں میں ان بنیادی اسباب کا ذکر کرنے کی کوشش کروں گی جو عبادت میں سستی اور ترکِ عبادت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں، تاہم ان اسباب کی وضاحت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ کے اس باب سے متعلق چند حکیمانہ اور بصیرت افروز اقوال پیش کیے جائیں، تاکہ ان کی روشنی میں آگے آنے والے اسباب اور ان کے علاج کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں عبادت میں سستی کی گہری وجوہات اور ان کے علاج پر جامع روشنی ڈالی ہے، ان کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں سستی صرف بدنی تھکن نہیں بلکہ دل کی بیماری ہے جس کی جڑیں دنیا کی محبت، نفس کی لالچ اور شیطان کی چالوں میں پوشیدہ ہیں، آئیں ان حکمت بھرے اقوال پر غور کریں:

(۱) عمل کا سرچشمہ علم اور اخلاص ہے:

"عمل علم کا پھل ہے، اور علم اخلاص کا نتیجہ ہوتا ہے، جب دل بیمار ہو جاتا ہے تو جسم عبادت سے سست ہو جاتا ہے"۔[الجواب الكافي: 432]

یہ قول ہمیں یاد دلاتا ہے کہ عبادت کا ثمرہ اخلاص سے منسلک ہے اور دل کی صحت ہی عمل کی جان ہے۔

(۲) نفس کی دعوت راحت اور سستی کی طرف:

"نفس آرام اور بیکار رہنے کی طرف بلاتی ہے اور جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ سستی اور غفلت کی طرف بڑھتا ہے اور بندگی کے اعلیٰ مقامات سے دور ہو جاتا ہے"۔[مدارج السالكين: 241/3]

یہ قول ہمیں نفس کی حقیقت سمجھنے اور اس کی ضد کے خلاف مجاہدہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

(۳) دنیا کی محبت، ہر گناہ کی جڑ:

"ہر گناہ کی بنیاد دنیا کی محبت ہے، جو دنیا کو اللہ کی طاعت پر ترجیح دیتا ہے، اس کے لیے عبادت بوجھ بن جاتی ہے"۔[الفوائد :156]

یہ قول دنیا کی محبت سے بچنے اور آخرت کی محبت کو ترجیح دینے کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔

(۴) شیطان کی چال، سستی اور ٹال مٹول:

''شیطان سستی اور کام میں ٹال مٹول میں کرنے کے دروازے کھولتا ہے، یہاں تک کہ بندہ عبادت کو بالکل ترک کر دیتا ہے''۔[إغاثة اللهفان: 365]

یہ قول ہمیں خبردار کرتا ہے کہ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہنا اور بروقت عمل کرنا ضروری ہے۔

الغرض امام ابن القیم رحمہ اللہ کی ان تمام عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت میں سستی کی جڑیں دل کی بیماری، دنیا کی محبت، نفس کی فرمانبرداری اور شیطان کی فتنوں میں پنہاں ہیں، ان سے بچاؤ کا واحد راستہ اخلاص، معرفتِ الٰہی، نفس کی تربیت اور مستقل مزاجی ہے، ان راہوں پر چل کر ہی بندہ سستی کو شکست دے کر رب کے حضور سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔

اب ہم قرآن وسنت کی روشنی میں نہ صرف عبادت میں سستی کے بیان کردہ اسباب کا جائزہ لیں گے، بلکہ دیگر ممکنہ وجوہات کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے، تاکہ اس روحانی بیماری کی جڑوں تک رسائی حاصل ہو سکے اور آخر کار ایک موثر، شرعی اور عملی علاج تک پہنچنا ممکن ہو جائے۔

(۱) ایمان کی کمزوری:

جب دل میں ایمان کمزور ہو جائے تو عبادات کا شوق بھی ختم ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے قرآن پاک میں اللہ نے منافقین کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ﴾[النساء :142]

''منافق جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی سے کھڑے ہوتے ہیں''۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ نفاق ان کے اندر تھا اور نفاق ایمان کی ضد ہے، جس میں نفاق ہو اس کے ایمان کی تکمیل ناممکن ہے۔

(۲) دنیا کی محبت:

دنیاوی مصروفیات، مال ودولت اور عیش وآرام کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ، اسی وجہ سے اللہ نے قرآن مجید میں اس بات کی تنبیہ فرمائی کہ یہ چیزیں تمہیں غافل نہ کر دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ-وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾[المنافقون: 8]

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں''۔

(۳) غفلت اور لاپرواہی:

دل کی غفلت انسان کو عبادت سے غافل کردیتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے غفلت اور سستی سے پناہ مانگی ہے:

"اللهم إني أعوذ بك من العجز والكسل..."

''اے اللہ! میں عاجزی اور سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔[صحیح بخاری:2823]

(۴) گناہوں کی کثرت:

کثرتِ گناہ دل کو سیاہ کردیتی ہے، جس سے عبادت کا ذوق ختم ہوجاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے''۔[سنن ترمذی : 3334]

(۵) نفس پرستی اور خواہشات کی پیروی:

جب انسان اپنی خواہشات کا غلام بن جائے تو عبادت بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے، اسی وجہ سے اللہ نے نفس کے متبعین کے لیے عذاب اور نفس کے خلاف چلنے والوں کے لیے عظیم بشارت سنائی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾[النازعات :40-41]

''لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا سو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے''۔

(۶) عبادت کو معمولی سمجھنا:

جب انسان عبادت کی عظمت کو نہ سمجھے تو اس میں سستی ہونے لگتی ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوٹی سی چھوٹی عبادت کو بھی حقیر سمجھنے سے منع فرمایا:

''نیکی میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو، چاہے یہی ہو کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی کو مسکراتے ہوئے چہرے سے ملو''۔

[صحیح مسلم : 7563]

(۷) ماحول کا اثر:

نیک صحبت نہ ہونا اور ایسے لوگوں میں وقت گزارنا جو خود عبادت میں سست ہوں، اسی وجہ قرآن مجید نے بھی نیک

صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم﴾ [الكهف: 28]

''اور اپنے آپ کو اُن کے ساتھ روکے رکھو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں''۔

سستی کا علاج:

سابقہ تمام تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے، اب عبادت میں سستی کے مسئلے کا ایک جامع اور قابلِ عمل حل اخذ کیے جا سکتے ہیں جنہیں ہم ترتیب و وضاحت کے ساتھ چند نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں، ہر نکتہ کے ساتھ اس کی شرعی یا عقلی دلیل بیان کی جائے گی، اور آخر میں سلفِ صالحین کے منتخب اقوال بھی درج کیے جائیں گے، تاکہ یہ علاج صرف نظری نہ رہے، بلکہ عملی میدان میں بھی رہنمائی فراہم کرے:

(۱) ایمان کو مضبوط بنائیں:

قرآن پاک کی تلاوت، سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ [البقرة : 257]

''اللہ ایمان والوں کا دوست ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے''۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مانا، اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا''۔[صحيح مسلم: 34]

(۲) نیت کی تجدید کریں:

ہر عبادت کو اللہ کی رضا کے لیے کریں، نہ کہ عادت کے طور پر، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[الأنعام: 162]

''کہہ دو میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی جامع حدیث ہے: ''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''۔

''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔[صحيح بخاری : 1]

جاری........

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

عمرہ کا مختصر اور آسان طریقہ

ترتیب: شیخ عبدالشکور بن عبدالحق مدنی/حفظہ اللہ

چند اصطلاحات

- **رکن**: حج یا عمرہ کا سب سے اہم اور لازمی حصہ جس کے چھوٹنے سے وہ عبادت ادا نہیں ہوگی اور اس کی بھرپائی کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی، جیسے طواف افاضہ، عرفہ میں وقوف وغیرہ۔
- **واجب**: حج یا عمرہ کا اہم حصہ یا حصے جس کے چھوٹنے پر ایک بکری بطور فدیہ مکہ میں ذبح کرنے پر اس کی بھرپائی کی جا سکتی ہے اور فدیہ دینے کے بعد حج یا عمرہ مکمل ہو جائے گا۔
- **سنت**: وہ عمل جسکا کرنا بہتر اور ثواب کا ذریعہ ہے، اگر چھوٹ جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں جیسے پہلے طواف میں اضطباع اور رمل کرنا وغیرہ۔

عمرہ کے ارکان: 3

1. دل میں عمرہ کی نیت کرنا۔
2. خانۂ کعبہ کا طواف کرنا (مکمل 7 چکر لگانا)۔
3. صفا و مروہ کی سعی کرنا۔ (سات چکر لگانا، صفا سے مروہ ایک چکر مانا جاتا ہے گویا آخری چکر مروہ پر ختم ہوگا)

عمرہ کے واجبات: 2

1. میقات سے عمرہ کی نیت کرنا۔
2. سعی کے بعد سر کے بال منڈانا یا چھوٹا کرانا، عورت چوٹی کے آخر سے انگلی کے ایک پور کے برابر بال کاٹے گی۔

عمرہ کے اعمال: 4

1. میقات پہونچ کر احرام کے کپڑے پہن کر (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ عُمْرَةً) کہتے ہوئے دل سے عمرہ کی نیت کرے اور مکہ تک تلبیہ (لبيكَ اللهمَّ لبيكَ، لبيكَ لا شريكَ لكَ لبيكَ، إنَّ الحمدَ والنِّعمةَ لكَ والملكَ، لا شريكَ لكَ) پڑھتے رہے۔
2. مکہ پہونچ کر مسجد حرم میں داخل ہو اور مرد حضرات اضطباع کر لیں (داہنا کندھا کھلا رکھیں اور چادر کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالیں) پھر حجر اسود سے بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے خانۂ کعبہ کے سات چکر لگائیں، مرد پہلے 3 چکروں میں رمل کرے یعنی ذرا سینہ تان کر تیز چلے، ساتوں چکروں میں عام دعائیں کریں البتہ حجر اسود سے پہلے والے کنارے اور حجر اسود کے درمیان "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھیں، ہر چکر میں ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دیں یا ہاتھ سے چھوئیں ورنہ اشارہ کریں اور حجر اسود سے پہلے والے کنارے کو صرف چھوئیں نہ تو بوسہ دیں نہ دور سے اشارہ کریں۔ طواف مکمل ہونے پر مقام ابراہیم کے پیچھے کہیں بھی طواف کی 2 رکعت سنت ادا کریں۔ ممکن ہو تو زمزم پئیں اور پھر حجر اسود کو بوسہ دیں یا چھوئیں۔
3. پھر صفا کی طرف جائیں وہاں پہونچ کر خانہ کعبہ کی طرف منھ کر کے 3 دفعہ یہ دعا پڑھیں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) اور بیچ میں اپنی دعائیں کریں۔ پھر مروہ کی طرف چلیں جب ہری لائٹ آئے تو مرد تیز چلیں اور جہاں ہری لائٹ ختم ہو جائے تو معمول کے مطابق چلیں۔ مروہ پر پہونچ کر اسی طرح دعا کریں جیسے صفا پر کی تھی، پھر صفا کی طرف جائیں، اس طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا۔
4. سعی کے بعد مرد سر منڈالے یا سر کے بال چھوٹے کرالے، عورت ایک انگلی کے پور کے برابر چوٹی کے اخیر سے کاٹ لے، اب عمرہ مکمل ہو گیا۔

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کا تعاون کریں۔ آیئے اس دعوتی کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی (IIC-Mumbai) منہج سلف پر قائم جماعت اہل حدیث کا ایک معروف تحقیقی، دعوتی، تعلیمی، رفاہی ادارہ ہے، جو سن ۲۰۰۴ء سے مستند علمائے کرام کی نگرانی میں اپنی سرگرمیاں انجام دے رہا ہے، اس ادارہ کے مختلف شعبے ہیں، سماج کے تمام طبقات "بچے، نوجوان، مرد و خواتین" تک اسلامی تعلیمات پہنچانا اور اسلام سے متعلق شکوک وشبہات کو دور کرنا ہمارا مشن ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں سے اپیل کی جاتی ہے اس ادارہ کا زیادہ سے زیادہ تعاون کریں۔ جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء

- ہفتہ واری اجتماعات
- مکمل تفسیر قرآن
- اسلام واٹس اپ ہیلپ لائن 8080807836 8080801882
- اسلام فون ہیلپ لائن 8080807836 8080801882
- دعوۃ ڈیسک وزیٹر (کرلا، اندھیری)
- آئی آئی سی اوپن Online University
- سوشل میڈیا @ iic mumbai
- سالانہ کوئز
- تحریری فتویٰ
- گھریلو جھگڑوں میں کاونسلنگ
- فری قرآن تقسیم
- ماہانہ میگزین "اہل السنہ"
- ماہانہ راشن کٹ کی تقسیم
- میڈیکل ہیلپ
- zoom آن لائن کورسیز و دروس زوم ایپ پر
- سالانہ کانفرنس
- خواتین کا تعلیمی ودعوتی شعبہ
- بچیوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز
- بچوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز
- کتابوں اور پمفلیٹ کی طباعت

PLEASE SUPPORT US

| Account Name : ILM Foundation | Account No. : 102801002071
| IFSC Code : ICIC0001028 | MCR Code : 400229097
| Bank Name : ICICI Bank (Savings)
| Branch : Andheri Link Road, Mumbai

QR CODE - For All Online Bank, UPI Apps Transfer

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : **ILM Foundation**

To,

Book Post

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182